بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن، وَالصَّلاةُ وَالسَّلامُ عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيْم وَعَلٰى آلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِيْن.

(اصلاح معاشرہ)

کے موضوع پر

لجنہ علمیہ، ریاض کی تیسری ورکشاپ

۵ اپریل ۲۰۱۳ء بروز جمعہ، بمقام مشعل استراحہ (الریاض)

نمبر شمار	عنوان	مقالہ نگار
(۱)	سود۔۔۔یعنی انسانوں کو ہلاک کرنے والا گناہ	(مولانا محمد نجیب سنبھلی قاسمی)
(۲)	مسئلہ بیمہ یعنی انشورنس	(مولانا محمد نجیب سنبھلی قاسمی)
(۳)	جھوٹ	(مولانا احتشام الحق)
(۴)	غیبت	(مولانا عبدالرحمٰن عمری)
(۵)	جہیز کی لعنت	(مولانا محمد انعام الحق قاسمی)
(۶)	بے پردگی	(مولانا شفیق احمد قاسمی)
(۷)	رشوت	(مولانا غفران ساجد قاسمی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن، وَالصَّلاۃُ وَالسَّلامُ عَلَی النَّبِیِّ الْکَرِیْم وَعَلٰی آلِہِ وَاَصْحَابِہِ اَجْمَعِیْن.

سود ... یعنی انسانوں کو ہلاک کرنے والا گناہ

مال اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت ہے، جس کے ذریعہ انسان اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی دنیاوی ضرورتوں کو پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے، لیکن شریعت اسلامیہ نے ہر شخص کو مکلّف بنایا ہے کہ وہ صرف جائز وحلال طریقہ سے ہی مال کمائے کیونکہ کل قیامت کے دن ہر شخص کو مال کے متعلق اللہ رب العزت کو جواب دینا ہوگا کہ کہاں سے کمایا یعنی وسائل کیا تھے اور کہاں خرچ کیا یعنی مال سے متعلق حقوق العباد یا حقوق اللہ میں کوئی کوتاہی تو نہیں کی۔

مال کے نعمت اور ضرورت ہونے کے باوجود خالق کائنات اور تمام نبیوں کے سردار حضور اکرم ﷺ نے مال کو متعدد مرتبہ فتنہ، دھوکے کا سامان اور محض دنیاوی زینت کی چیز قرار دیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اِعْلَمُوْا اَنَّمَا الْحَیَاۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَھْوٌ وَّزِیْنَۃٌ وَّتَفَاخُرٌ بَیْنَکُمْ وَتَکَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالاَوْلَادِ (سورۃ الحدید ۲۰) خوب جان لو کہ دنیاوی زندگی صرف کھیل تماشا، عارضی زینت اور آپس میں فخر وغرور اور مال واولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر امت کے لئے ایک فتنہ رہا ہے، اور میری امت کا فتنہ مال ہے۔ (ترمذی) نیز رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم! مجھے تمہارے لئے غریبی کا خوف نہیں ہے بلکہ مجھے خوف ہے کہ پہلی قوموں کی طرح کہیں تمہارے لئے دنیا یعنی مال ودولت کھول دی جائے اور تم اس کے پیچھے پڑ جاؤ، پھر وہ مال ودولت پہلے لوگوں کی طرح تمہیں ہلاک کردے۔ (بخاری ومسلم)

اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم مال ودولت کے حصول کے لئے کوئی کوشش ہی نہ کریں کیونکہ طلب حلال رزق اور بچوں کی حلال رزق سے تربیت کرنا خود دین ہے حتی کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر کوئی شخص اپنے گھر والوں پر خرچہ کرتا ہے تو وہ بھی صدقہ ہے یعنی اس پر بھی اجر ملے گا۔ (بخاری ومسلم)۔۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ اللہ کے خوف کے ساتھ دنیاوی فانی زندگی گزاریں اور اخروی زندگی کی کامیابی کو ہر حال میں ترجیح دیں۔ کہیں کوئی معاملہ درپیش ہو تو اخروی زندگی کو داؤ پر لگانے کے بجائے فانی دنیاوی زندگی کے عارضی مقاصد کو نظر انداز کردیں، نیز شک وشبہ والے امور سے دور رہیں۔

اِن دنوں حصول مال کے لئے ایسی دوڑ شروع ہوگئی ہے کہ اکثر لوگ اس کا بھی اہتمام نہیں کرتے کہ مال حلال وسائل سے آرہا ہے یا حرام وسائل سے، بلکہ کچھ لوگوں نے تو اَب حرام وسائل کو مختلف نام دے کر اپنے لئے جائز سمجھنا اور دوسروں کو اس کی ترغیب دینا شروع کردیا ہے، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حلال واضح ہے، حرام واضح ہے۔ اور ان کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جن کو بہت سارے لوگ نہیں جانتے۔ جس شخص نے شبہ والی چیزوں سے اپنے آپ کو بچالیا اُس نے اپنے دین اور عزت کی حفاظت کی۔ اور جو شخص مشتبہ چیزوں میں پڑے گا وہ حرام چیزوں میں پڑ جائے گا اس چرواہے کی طرح جو دوسرے کی چراگاہ کے قریب بکریاں چراتا ہے کیونکہ بہت ممکن ہے کہ چرواہے کی تھوڑی سی غفلت کی وجہ سے وہ بکریاں دوسرے کی چراگاہ سے کچھ کھالیں۔ (بخاری ومسلم)

اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ صرف حلال وسائل پر ہی اکتفاء کرے، جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَا یَرْبُو لَحْمٌ نَبَتَ مِنْ سُحْتٍ اِلا کَانَتِ النَّارُ اَوْلٰی بِہِ (ترمذی) حرام مال سے جسم کی بڑھوتری نہ کرو کیونکہ اس سے بہتر آگ ہے۔ اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَنْ

يَدْخُلَ الْجَنَّةَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنْ سُحْتٍ، النار اولیٰ به (مسند احمد) وہ انسان جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کی پرورش حرام مال سے ہوئی ہو، ایسے شخص کا ٹھکانہ جہنم ہے۔۔۔ نیز نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ حرام کھانے، پینے اور حرام پہننے والوں کی دعائیں کہاں سے قبول ہوں۔ (صحیح مسلم)

⇦ ہمارے معاشرہ میں جو بڑے بڑے گناہ عام ہوتے جارہے ہیں، ان میں سے ایک بڑا خطرناک اور انسان کو ہلاک کرنے والا گناہ سود ہے۔

سود کیا ھے؟

وزن کی جانے والی یا کسی پیمانے سے ناپے جانے والی ایک جنس کی چیزیں اور روپے وغیرہ میں دو آدمیوں کا اس طرح معاملہ کرنا کہ ایک کو عوض کچھ زائد دینا پڑتا ہو "ربا" اور "سود" کہلاتا ہے جس کو انگریزی میں Interest یا Usury کہتے ہیں۔

جس وقت قرآن کریم نے سود کو حرام قرار دیا اس وقت عربوں میں سود کا لین دین متعارف اور مشہور تھا، اور اُس وقت سود اُسے کہا جاتا تھا کہ کسی شخص کو زیادہ رقم کے مطالبہ کے ساتھ قرض دیا جائے خواہ لینے والا اپنے ذاتی اخراجات کے لئے قرض لے رہا ہو یا پھر تجارت کی غرض سے، نیز وہ Simple Interest ہو یا Compound Interest، یعنی صرف ایک مرتبہ کا سود ہو یا سود پر سود۔ تفصیلات کے لئے مفسر قرآن حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "مسئلہ سود" کا مطالعہ کریں، جو میری ویب سائٹ (www.najeebqasmi.com) پر Free Download کرنے کے لئے مہیا ہے۔ مثلاً زید نے بکر کو ایک ماہ کے لئے ۱۰۰ روپے بطور قرض اس شرط پر دئے کہ وہ ۱۱۰ روپے واپس کرے، تو یہ سود ہے۔۔۔ البتہ قرض لینے والا اپنی خوشی سے قرض کی واپسی کے وقت اصل رقم سے کچھ زائد رقم دینا چاہے تو یہ جائز ہی نہیں بلکہ ایسا کرنا نبی اکرم ﷺ کے عمل سے ثابت ہے، لیکن پہلے سے زائد رقم کی واپسی کا کوئی معاملہ طے نہ ہوا ہو۔۔۔ بینک میں جمع شدہ رقم پر پہلے سے متعین شرح پر بینک جو اضافی رقم دیتا ہے وہ بھی سود ہے۔

سود کی حرمت:

سود کی حرمت قرآن وحدیث سے واضح طور پر ثابت ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا (سورۃ البقرہ ۲۷۵) اللہ تعالیٰ نے خرید وفروخت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: یَمْحَقُ اللّٰہُ الرِّبَا وَیُرْبِی الصَّدَقَاتِ (سورۃ البقرہ ۲۷۶) اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔ جب سود کی حرمت کا حکم نازل ہوا تو لوگوں کا دوسروں پر جو کچھ بھی سود کا بقایا تھا، اس کو بھی لینے سے منع فرمادیا گیا: وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبَا اِنْ کُنْتُمْ مُؤْمِنِیْنَ (سورۃ البقرہ ۲۷۸) یعنی سود کا بقایا بھی چھوڑ دو اگر تم ایمان والے ہو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا لَا تَاْکُلُوا الرِّبَا اَضْعَافاً مُّضَاعَفَۃً (سورۃ آل عمران ۱۳۰) اے ایمان والو! کئی گنا بڑھا چڑھا کر سود مت کھاؤ۔

سود لینے اور دینے والوں کے لئے اللہ اور اسکے رسول کا اعلان جنگ:

سود کو قرآن کریم میں اتنا بڑا گناہ قرار دیا ہے کہ شراب نوشی، خنزیر کھانے اور زنا کاری کے لئے قرآن کریم میں وہ لفظ استعمال نہیں کئے گئے جو سود کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے استعمال کئے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ کُنْتُمْ مُؤْمِنِیْنَ. فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا فَاْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ (سورۃ البقرہ ۲۷۸-۲۷۹) اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے وہ چھوڑ دو، اگر تم سچ مچ ایمان والے ہو۔ اور اگر ایسا نہیں کرتے تو تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے لڑنے کے لئے تیار ہوجاؤ۔ سود کھانے والوں کے لئے اللہ اور اسکے

رسول کی طرف سے اعلان جنگ ہے اور یہ ایسی سخت وعید ہے جو کسی اور بڑے گناہ مثلاً زنا کرنے، شراب پینے کے ارتکاب پر نہیں دی گئی۔ مشہور صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص سود چھوڑنے پر تیار نہ ہو تو خلیفۂ وقت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس سے توبہ کرائے اور باز نہ آنے کی صورت میں اس کی گردن اڑادے۔ (تفسیر ابن کثیر)

سود کھانے والوں کے لئے قیامت کے دن کی رسوائی وذلّت:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے سود کھانے والوں کے لئے کل قیامت کے دن جو رسوائی وذلت رکھی ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں کچھ اس طرح فرمایا: اَلَّـذِيْـنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِىْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ (سورۃ البقرہ ۲۷۵) جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قیامت میں) اٹھیں گے تو اس شخص کی طرح اٹھیں گے جسے شیطان نے چھو کر پاگل بنادیا ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سود کی تمام شکلوں سے محفوظ فرمائے، اور اس کے انجام بد سے ہماری حفاظت فرمائے۔۔۔ سود کی بعض شکلوں کو جائز قرار دینے والوں کے لئے فرمان الٰہی ہے: ذٰلِكَ بِـاَنَّـهُـمْ قَـالُـوْا اِنَّـمَـا الْبَيْـعُ مِثْلُ الرِّبٰوا (سورۃ البقرہ ۲۷۵) یہ ذلت آمیز عذاب اس لئے ہوگا کہ انہوں نے کہا تھا کہ بیع بھی تو سود کی طرح ہوتی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیع یعنی خرید وفروخت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔

سود کھانے سے توبہ نہ کرنے والے لوگ جہنم میں جائیں گے:

فَـمَـنْ جَـآءَهٗ مَـوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَاسَلَفَ، وَاَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ، وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ، هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ (سورۃ البقرہ ۲۷۵) لہٰذا جس شخص کے پاس اس کے پروردگار کی طرف سے نصیحت آگئی اور وہ (سودی معاملات سے) باز آگیا تو ماضی میں جو کچھ ہوا وہ اسی کا ہے اور اس کی (باطنی کیفیت) کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ ہے۔ اور جس شخص نے لوٹ کر پھر وہی کام کیا تو ایسے لوگ دوزخی ہیں، وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

غرضیکہ سورۃ البقرہ کی ان آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو ہلاک کرنے والے گناہ سے سخت الفاظ کے ساتھ بچنے کی تعلیم دی ہے اور فرمایا کہ سود لینے اور دینے والے اگر توبہ نہیں کرتے ہیں تو وہ اللہ اور اسکے رسول سے لڑنے کے لئے تیار ہوجائیں، نیز فرمایا کہ سود لینے اور دینے والوں کو کل قیامت کے دن ذلیل ورسوا کیا جائے گا اور وہ جہنم میں ڈالے جائیں گے۔۔۔ نبی اکرم ﷺ نے بھی سود سے بچنے کی بہت تاکید فرمائی ہے اور سود لینے اور دینے والوں کے لئے سخت وعیدیں سنائی ہیں جن میں سے بعض احادیث ذکر کررہا ہوں:

سود کے متعلق نبی اکرم ﷺ کے ارشادات:

حضور اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر سود کی حرمت کا اعلان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: (آج کے دن) جاہلیت کا سود چھوڑ دیا گیا، اور سب سے پہلا سود جو میں چھوڑتا ہوں وہ ہمارے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سود ہے۔ وہ سب کا سب ختم کردیا گیا ہے۔ چونکہ حضرت عباسؓ سود کی حرمت سے قبل لوگوں کو سود پر قرض دیا کرتے تھے، اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ آج کے دن میں اُن کا سود جو دوسرے لوگوں کے ذمہ ہے وہ ختم کرتا ہوں۔ (صحیح مسلم، باب حجۃ النبی) روایات میں آتا ہے کہ وہ تقریباً دس ہزار مثقال سونا تھا۔ سود کی حرمت نبی کی زندگی کے آخری سالوں میں کسی وقت ہوئی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ. قَالُوا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَمَاهُنَّ؟

قَالَ ﷺ: الشِّرْکُ بِاللّٰهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ، وَاَکْلُ الرِّبَا، وَاَکْلُ مَالِ الْیَتِیْمِ، وَالتَّوَلّٰی یَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصِنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ (بخاری ومسلم) سات ہلاک کرنے والے گناہوں سے بچو۔صحابۂ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ! وہ سات بڑے گناہ کونسے ہیں (جو انسانوں کو ہلاک کرنے والے ہیں)؟ حضور اکرم ﷺ نے ارشادفرما: شرک کرنا۔ جادو کرنا۔ کسی شخص کو ناحق قتل کرنا۔ سود کھانا۔ یتیم کے مال کو ہڑپنا۔ (کفار کے ساتھ جنگ کی صورت میں) میدان سے بھاگنا۔ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ آکِلَ الرِّبَا وَمُؤْکِلَہُ (مسلم، ترمذی، ابوداود، نسائی) حضور اکرم ﷺ نے سود کھانے اور سود کھلانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔دوسری روایت کے الفاظ ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے سود لینے اور دینے والے، سودی حساب لکھنے والے اور سودی شہادت دینے والے سب پر لعنت فرمائی ہے۔سود لینے اور دینے والے پر حضور اکرم ﷺ کی لعنت کے الفاظ حدیث کی ہر مشہور ومعروف کتاب میں موجود ہیں۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور اکرم ﷺ سے سچی محبت کرنے والا بنائے اور ان کے ارشادات کی روشنی میں اس دنیاوی فانی زندگی کو گزارنے والا بنائے۔آمین، ثم آمین۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا: چار شخص ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے لازم کرلیا ہے کہ ان کو جنت میں داخل نہیں کریں گے اور نہ ان کو جنت کی نعمتوں کا ذائقہ چکھائیں گے۔پہلا شراب کا عادی، دوسرا سود کھانے والا، تیسرا ناحق یتیم کا مال اڑانے والا، چوتھا ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا۔۔۔ (کتاب الکبائر للذہبی)

رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: سود کے ۷۰ سے زیادہ درجے ہیں اور ادنی درجہ ایسا ہے جیسے اپنی ماں سے زنا کرے۔(رواہ حاکم، البیہقی، طبرانی، مالک)

رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: ایک درہم سود کا کھانا چھتیس مرتبہ زنا کرنے سے زیادہ ہے۔ (رواہ احمد والطبرانی فی الکبیر)

بینک سے قرض (Loan) بھی عین سود ہے:

تمام مکاتب فکر کے 99.99% علماء اس بات پر متفق ہیں کہ عصر حاضر میں بینک سے قرض لینے کا رائج طریقہ اور جمع شدہ رقم پر Interest کی رقم حاصل کرنا یہ سب وہی سود ہے جس کو قرآن کریم میں سورۃ البقرہ کی آیات میں منع کیا گیا ہے، جس کے ترک نہ کرنے والوں کے لئے اللہ اور اسکے رسول کا اعلان جنگ ہے اور توبہ نہ کرنے والوں کے لئے قیامت کے دن رسوائی وذلت ہے اور جہنم ان کا ٹھکانا ہے۔عصر حاضر کی پوری دنیا کے علماء پر مشتمل اہم تنظیم **مجمع الفقه الاسلامی** کی اس موضوع پر متعدد میٹنگیں ہو چکی ہیں مگر ہر میٹنگ میں اس کے حرام ہونے کا ہی فیصلہ ہوا ہے۔برصغیر کے جمہور علماء بھی اس کے حرام ہونے پر متفق ہیں۔فقہ اکیڈمی، نیو دہلی کی متعدد کانفرنسوں میں اس کے حرام ہونے کا ہی فیصلہ ہوا ہے۔مصری علماء جو عموماً آزاد خیال سمجھے جاتے ہیں وہ بھی بینک سے موجودہ رائج نظام کے تحت قرض لینے اور جمع شدہ رقم پر Interest کی رقم کے عدم جواز پر متفق ہیں۔پوری دنیا میں کسی بھی مکتب فکر کے دارالافتاء نے بینک سے قرض لینے کے رائج طریقہ اور جمع شدہ رقم پر Interest کی رقم کو ذاتی استعمال میں لینے کے جواز کا فیصلہ نہیں کیا ہے۔

عصر حاضر میں ہم کیا کریں؟

ا) اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے ہمیشہ اخروی زندگی کی کامیابی کو زندگی کا اہم مقصد بنا کر عارضی فانی دنیاوی زندگی گزاریں۔

۲) اگر کوئی شخص بینک سے قرض لینے یا جمع شدہ رقم پر سود کے جائز ہونے کو کہے تو پوری دنیا کے 99.99% علماء کے موقف کو سامنے رکھ کر اس سے بچیں۔

۳) اس بات کو اچھی طرح ذہن میں رکھیں کہ علماء کرام نے قرآن وحدیث کی روشنی میں بینک سے قرض لینے اور بینک میں جمع شدہ رقم پر سود کے حرام ہونے کا فیصلہ آپ سے دشمنی نکالنے کے لئے نہیں بلکہ آپ کے حق میں کیا ہے کیونکہ قرآن وحدیث میں سود کو بہت بڑا گناہ قرار دیا گیا ہے، شراب نوشی، خنزیر کھانے اور زنا کاری کے لئے قرآن کریم میں وہ لفظ استعمال نہیں کئے گئے جو سود کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے استعمال کئے ہیں۔

۴) جس نبی کے امتی ہونے پر ہم فخر کرتے ہیں اس نے سود لینے اور دینے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔

۵) جس نبی کا ہم نام لیتے ہیں، اس نے شک وشبہ والے امور سے بچنے کی تعلیم دی ہے تاکہ آخرت نہ بگڑے خواہ دنیاوی زندگی میں کچھ خسارہ نظر آئے۔

۶) بینک سے قرضہ لینے سے بالکل بچیں، دنیاوی ضرورتوں کو بینک سے قرضہ لئے بغیر پورا کریں، کچھ دشواریاں، پریشانیاں آئیں تو اس پر صبر کریں۔

۷) ہمیشہ دنیاوی اعتبار سے اپنے سے کمزور لوگوں کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔

۸) اگر آپ کی رقم بینک میں جمع ہے تو اس پر جو سود مل رہا ہے، اس کو خود استعمال کئے بغیر عام رفاہی کاموں میں لگا دیں یا ایسے اداروں کو دے دیں جہاں غرباء ومساکین یا یتیم بچوں کی کفالت کی جاتی ہے۔

۹) اِن دِنوں بینکوں نے رقم دینے اور لینے کی مختلف ناموں سے شکلیں بنا رکھی ہیں، علماء کرام سے مکمل تفصیلات بتا کر ہی اس میں پیسہ لگائیں یا لیں۔

۱۰) اگر کوئی شخص ایسے ملک میں ہے جہاں واقعی سود سے بچنے کی کوئی شکل نہیں ہے، تو اپنی وسعت کے مطابق سودی نظام سے بچیں، ہمیشہ اس سے چھٹکارہ کی فکر رکھیں اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے رہیں۔

۱۱) سود کے مال سے نہ بچنے والوں سے درخواست ہے کہ سود کھانا بہت بڑا گناہ ہے، اس لئے کم از کم سود کی رقم کو اپنے ذاتی مصاریف میں استعمال نہ کریں بلکہ اس سے حکومت کی جانب سے عائد کردہ انکم ٹیکس ادا کردیں کیونکہ بعض مفتیان کرام نے سود کی رقم سے انکم ٹیکس ادا کرنے کی اجازت دی ہے۔

۱۲) جو حضرات سود کی رقم استعمال کرچکے ہیں وہ پہلی فرصت میں اللہ تعالیٰ سے توبہ کریں اور آئندہ سود کی رقم کا ایک پیسہ بھی نہ کھانے کا عزم مصمم کریں اور سود کی مابقیہ رقم کو فلاحی کاموں میں لگا دیں۔

۱۳) اگر کسی کمپنی میں صرف اور صرف سود پر قرضہ دینے کا کاروبار ہے، کوئی دوسرا کام نہیں ہے تو ایسی کمپنی میں ملازمت کرنا جائز نہیں ہے، البتہ اگر کسی بینک میں سود پر قرضہ کے علاوہ جائز کام بھی ہوتے ہیں مثلاً بینک میں رقم جمع کرنا وغیرہ تو ایسے بینک میں ملازمت کرنا حرام نہیں ہے، البتہ بچنا چاہئے۔

۱۴) بعض اقتصادیات کے ماہر جنہیں قرآن وسنت کے احکام سے واقفیت عموماً بہت کم ہوتی ہے، سود کے جواز میں اپنے دلائل پیش کرتے نظر آتے ہیں، ان مادہ پرستوں کے فیصلے اخروی زندگی کو نظر انداز کرکے صرف اور صرف دنیاوی فانی زندگی کو سامنے رکھ کر ہوتے ہیں۔

۱۵) اگر کوئی شخص سونے کے پرانے زیورات بیچ کر سونے کے نئے زیورات خریدنا چاہتا ہے، تو اس کو چاہئے کہ دونوں کی الگ الگ قیمت لگوا کر اس پر قبضہ کرے اور قبضہ کرائے، نئے سونے کے بدلے پرانے سونے اور فرق کو دینا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ بھی سود کی ایک شکل ہے، نبی اکرم ﷺ نے سونے کو سونے کے ساتھ کمی وبیشی کرکے خرید وفروخت کرنے کو ناجائز قرار دیا ہے۔ (صحیح مسلم)

۱۶) ہر سال اپنے مال کا حساب لگا کر زکاۃ کی ادائیگی کریں، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کے لئے بڑی سخت وعید بیان فرمائی ہے جو اپنے مال کی کما حقہ زکوۃ نہیں نکالتے ہیں۔

﴿ایک اہم نکتہ﴾: دنیا کی بڑی بڑی اقتصادی شخصیات کے مطابق موجودہ سودی نظام سے صرف اور صرف سرمایہ کاروں کو ہی فائدہ پہونچتا ہے، نیز اس میں بے شمار خرابیاں ہیں جس کی وجہ سے پوری دنیا اب اسلامی نظام کی طرف مائل ہورہی ہے۔

﴿نوٹ﴾: بعض مادہ پرست لوگ سود کے جواز کے لئے دلیل دیتے ہیں کہ قرآن کریم میں وارد سود کی حرمت کا تعلق ذاتی ضرورت کے لئے قرض لینے سے ہے، لیکن تجارت کی غرض سے سود پر قرض لیا جا سکتا ہے، اسی طرح بعض مادہ پرست لوگ کہتے ہیں کہ قرآن میں جو سود کی حرمت ہے اس سے مراد سود پر سود ہے لیکن Single سود قرآن کے اس حکم میں داخل نہیں ہے، پہلی بات تو یہ ہے کہ قرآن کریم میں کسی شرط کو ذکر کئے بغیر سود کی حرمت کا اعلان کیا گیا ہے تو قرآن کریم کے اس عموم کو مختص کرنے کے لئے قرآن وحدیث کی واضح دلیل درکار ہے جو قیامت تک پیش نہیں کی جا سکتی۔ اسی لئے خیر القرون سے آج تک کسی بھی مشہور مفسر نے سود کی حرمت والی آیت کی تفسیر اس طرح نہیں کی، نیز قرآن میں سود کی حرمت کے اعلان کے وقت ذاتی اور تجارتی دونوں غرض سے سود لیا جاتا تھا، اسی طرح ایک مرتبہ کا سود یا سود پر سود دونوں رائج تھے، ۱۴۰۰ سال سے مفسرین ومحدثین وعلماء کرام نے دلائل کے ساتھ اسی بات کو تحریر فرمایا ہے۔ یہ معاملہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ قرآن کریم میں شراب پینے کی حرمت اس لئے ہے کہ اُس زمانہ میں شراب گندی جگہوں پر بنائی جاتی تھی، آج صفائی ستھرائی کے ساتھ شراب بنائی جاتی ہے، حسین بوتلوں میں اور خوبصورت ہوٹلوں میں ملتی ہے، لہذا یہ حرام نہیں ہے۔۔۔ ایسے دنیا پرست لوگوں سے اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کی حفاظت فرمائے۔

محمد نجیب قاسمی سنبھلی، ریاض (najeebqasmi@yahoo.com)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن، وَالصَّلاةُ وَالسَّلامُ عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ وَعَلىٰ آلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِيْن.

مسئلہ بیمہ (Insurance)

مغرب سے متاثر ہوکر اب مسلمانوں نے بھی زندگی، مکان، گاڑی اور مختلف اشیاء کے انشورنس کرانے کو اپنی ضرورت سمجھنا شروع کردیا ہے، لیکن ہمیں چاہئے کہ انشورنس کے جواز یا عدم جواز یا اضطراری حالت میں اسکی بعض شکلوں کے جواز کے متعلق قرآن وحدیث کی روشنی میں علماء کرام سے مسئلہ دریافت کریں اور پھر اس کے مطابق عمل کریں۔ یاد رکھیں کہ انشورنس کی تاریخ بہت زیادہ قدیم نہیں ہے، ایشیائی ممالک میں تو اس کا رواج تقریباً ۲۰۔۲۵ سال سے ہی زیادہ ہوا ہے۔ تمام مکاتب فکر کے علماء کرام کا اتفاق ہے کہ دنیا میں رائج بیمہ کا نظام اپنی اصل وضع میں جوئے اور سود کا مرکب ہے اور یہ دونوں اسلام میں حرام ہیں، لہذا بیمہ پر بحث کرنے سے قبل مناسب سمجھتا ہوں کہ قرآن کریم کی روشنی میں سود اور جوئے کے حرام ہونے پر مختصر روشنی ڈال دوں۔

سود کی حرمت:

سورۃ البقرہ کی آیات ۲۷۵ سے ۲۷۹ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے سخت الفاظ کے ساتھ سود سے بچنے کی تعلیم دی ہے اور فرمایا کہ سود لینے اور دینے والے اگر توبہ نہیں کرتے ہیں تو وہ اللہ اور اسکے رسول سے لڑنے کے لئے تیار ہوجائیں۔ نیز فرمایا کہ سود لینے اور دینے والوں کو کل قیامت کے دن ذلیل ورسوا کیا جائے گا اور وہ جہنم میں ڈالے جائیں گے، غرضیکہ قرآن کریم میں سود کو اتنا بڑا گناہ قرار دیا گیا ہے کہ شراب نوشی، خنزیر کھانے اور زنا کاری کے لئے قرآن کریم میں وہ لفظ استعمال نہیں کئے گئے جو سود کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے استعمال کئے ہیں۔ ۲۷۵ سے ۲۷۹ آیات کا خلاصۂ تفسیر پیش ہے:

﴿ جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت میں اس شخص کی طرح اٹھیں گے جسے شیطان نے چھو کر پاگل بنادیا ہو۔ سود کی بعض شکلوں کو جائز قرار دینے والوں کے لئے فرمان الٰہی ہے کہ یہ ذلت آمیز عذاب اس لئے ہوگا کہ انہوں نے کہا تھا کہ بیع بھی تو سود کی طرح ہوتی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیع یعنی خرید وفروخت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔ لہذا جس شخص کے پاس اس کے پروردگار کی طرف سے نصیحت آگئی اور وہ سودی معاملات سے باز آگیا تو ماضی میں جو کچھ ہوا وہ اسی کا ہے اور اس کی باطنی کیفیت کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ ہے۔ اور جس شخص نے لوٹ کر پھر وہی یعنی سود کا کام کیا تو ایسے لوگ دوزخی ہیں، وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔ جب سود کی حرمت کا حکم نازل ہوا تو لوگوں کا دوسروں پر سود کا جتنا بھی بقایا تھا، اس کو بھی لینے سے منع فرمادیا گیا اور ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے وہ چھوڑ دو، اگر تم سچ مچ ایمان والے ہو۔ اور اگر ایسا نہیں کرتے تو تم اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے لڑنے کے لئے تیار ہوجاؤ۔۔۔ غرضیکہ سود کھانے والوں کے لئے اللہ اور اسکے رسول کی طرف سے اعلان جنگ ہے اور یہ ایسی سخت وعید ہے جو کسی اور بڑے گناہ مثلاً زنا کرنے، شراب پینے کے ارتکاب پر نہیں دی گئی۔ ﴾

جوئے کی حرمت:

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطَانُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ، فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ. (سورۃ المائدہ ۹۰۔۹۱) اے ایمان والو! شراب، جوا، بتوں کے تھان اور جوئے کے تیر یہ سب ناپاک شیطانی کام ہیں، لہذا ان سے بچو، تاکہ تم کامیاب ہوجاؤ۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض کے بیج ڈال دے اور تمہیں اللہ کی یاد اور

نماز سے روک دے۔اب بتاؤ کہ کیا تم (ان چیزوں سے) باز آجاؤ گے؟

ان آیات میں چار چیزیں قطعی طور پر حرام کی گئی ہیں۔ ۱) شراب۔ ۲) قمار بازی یعنی جوا۔ ۳) بتوں کے تھان یعنی وہ مقامات جو اللہ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت کرنے یا اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر قربانی اور نذر ونیاز چڑھانے کے لئے مخصوص کئے گئے ہیں۔ ۴) پانسے (جوئے کے تیر)۔ قمار، میسر اور ازلام مترادف الفاظ ہیں، اگر چہ معنی میں معمولی سا فرق ہے، لیکن ان تمام الفاظ کے معنی جوئے کے ہی ہیں، جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس فعل کو شیطان کا ناپاک عمل قرار دیا ہے جس کے ذریعہ وہ انسانوں کو صراط مستقیم سے بہکانے کا جو عہد اس نے کر رکھا ہے اس کو پورا کر سکے، اِس کے اندر اگر کوئی پہلو نفع کا نظر آتا ہے تو یہ محض نظر کا دھوکہ ہے، اس کے نقصانات نفع کے مقابلہ میں اتنے زیادہ ہیں کہ حقیر نفع کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دنیا وآخرت کی فلاح اسی میں ہے کہ ان چیزوں سے بچا جائے۔ اور آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کی ایک اور خرابی ذکر فرمائی ہے کہ یہ چیزیں تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز سے غافل کر دیتی ہیں۔ غرضیکہ اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے جوئے کو شراب کے برابر قرار دیا تا کہ جوئے کی حرمت میں کوئی شک وشبہ باقی نہ رہے۔

تقدیر پر ایمان میں خلل:

انشورنس کے منفی پہلوؤں میں سے تیسرا اہم منفی پہلو یہ ہے کہ انشورنس تقدیر پر ایمان سے کسی حد تک عملی انکار کا سبب بنتا ہے، جبکہ تقدیر پر ایمان رکھنا ہر مسلمان کے لئے ضروری اور ایمان کے ارکان میں سے ایک ہے۔ تقدیر پر ایمان کا تقاضہ ہے کہ جائز وشرعی اسباب ووسائل اختیار کئے جائیں اور مستقبل میں پیش آنے والے حالات اللہ تعالیٰ کے سپرد کئے جائیں اور اس کا یقین رکھا جائے کہ خوشحالی اور پریشانی سب اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے آتی ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے فیصلہ کو کوئی دنیاوی طاقت ٹال نہیں سکتی ہے۔ جبکہ انشورنس اس سے فرار کی راہ ہے کیونکہ اس میں پہلے سے حالات وحوادث کی پیش بندیاں ناجائز طریقوں سے کی جاتی ہیں۔

بیمہ (Insurance) کی حقیقت:

انشورنس میں بعض شرائط پر ایک شخص کو دوسرے کی طرف سے مستقبل میں پیش آنے والے امکانی خطرات سے حفاظت اور بعض امکانی نقصانات کی تلافی کی یقین دہانی کرائی جاتی ہے، جس شخص کے لئے خطرات سے حفاظت اور نقصانات کی تلافی کی یقین دہانی کرائی جاتی ہے وہ ایک معین مدت تک ایک مقررہ رقم بیمہ کمپنی کو ادا کرتا ہے۔ غرضیکہ بیمہ کرانے والے اور بیمہ کمپنی کے درمیان ایک طرح کا عقد ہوتا ہے اور شرعی اعتبار سے عقد کے لئے ضروری ہے کہ کسی عین یا منفعت پر قائم ہو ورنہ عقد باطل ہوگا، یعنی یا تو عقد عوض کے ساتھ عین پر قائم ہو جیسے خرید وفروخت اور شرکت وغیرہ یا پھر بلا عوض عین کے ساتھ جیسے ہبہ یا عوض کے ساتھ منفعت پر قائم ہو جیسے کرایہ داری یا پھر بلا عوض منفعت کے جیسے ادھار۔ جہاں تک بیمہ کا تعلق ہے تو اس میں عقد کی یہ شرطیں مفقود ہیں، بلکہ یہ تو مبہم معاوضہ کی ایک ذمہ داری لینے کے مترادف ہے۔ اب دیکھنا یہ ہوگا کہ یہ ذمہ داری لینا حرام ہے یا حلال یا کچھ شرائط کے ساتھ حلال ہے۔ لہذا انشورنس کی رائج شکلوں کو الگ الگ ذکر کر کے اس کا شرعی حکم ذکر کر رہا ہوں، اس سلسلہ میں حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم کے مضامین سے خاص استفادہ کیا گیا ہے:

زندگی کا بیمہ (Life Insurance):

زندگی کے بیمہ کا ماحصل یہ ہے کہ بیمہ کرانے والا بیمہ کمپنی کو ایک معین مدت تک کچھ قسطیں ادا کرتا ہے جس کو پریمیم کہتے ہیں۔ معین مدت کی تعیین طبی معاینہ

کے ذریعہ ایک اندازہ لگا کر مقرر کی جاتی ہے۔فرض کریں کہ دس سال کی زندگی کا اندازہ کیا گیا تو دس سال تک یہ شخص ہر مہینہ کچھ قسطیں مثلاً ایک ہزار روپے ماہانہ جمع کرے گا،اس طرح ایک سال میں بارہ ہزار اور دس سال میں ایک لاکھ بیس ہزار روپے جمع ہوں گے۔اب اگر دس سال کے عرصہ میں بیمہ کرانے والے کا انتقال ہو جاتا ہے تو بیمہ کمپنی ایک خاص رقم مثلاً پانچ لاکھ اس شخص کو ادا کرے گی جس کا بیمہ کرانے والے نے بیمہ کراتے وقت نام پیش کیا تھا خواہ وہ شرعی اعتبار سے وارث ہو یا نہیں یا اُس کے علاوہ بھی دیگر وارث ہوں۔اور اگر بیمہ کرانے والے کا دس سال تک انتقال نہیں ہوا تو جمع شدہ رقم سود کے ساتھ بیمہ کرانے والے کو واپس کر دی جاتی ہے۔یاد رکھیں کہ بیمہ کمپنی پریمیم کے ذریعہ جمع شدہ رقم کو بینک میں رکھ کر اس پر سود لیتی ہے۔

زندگی کے بیمہ (Life Insurance) کا شرعی حکم:

اس میں جمع شدہ رقم تو محفوظ ہے یعنی اسکی واپسی یقینی ہے البتہ واپسی کی رقم مجہول ہے کہ مسئلہ مذکور میں ایک لاکھ بیس ہزار ملیں گے یا پانچ لاکھ یعنی معاوضہ مجہول ہے،اسکی مقدار معلوم نہیں ہے،لہذا یہ جوا ہوا،نیز واپسی رقم سود کے ساتھ ملتی ہے،اور بیمہ کمپنی حاصل کردہ رقم بینک میں جمع کر کے سود بھی لیتی ہیں، مزید یہ کہ زندگی کا بیمہ کرانا تقدیر پر ایمان کے خلاف ہے۔لہذا زندگی کا بیمہ (Life Insurance) سود اور جوئے پر مبنی ہونے کی وجہ سے حرام ہے،نیز اس میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے متعین کردہ وراثت کے نظام کی خلاف ورزی بھی ہے۔

املاک یا اشیاء کا بیمہ (Goods Insurance):

مختلف اشیاء کا بیمہ کرایا جاتا ہے کہ اگر وہ اشیاء تباہ ہو جائیں یا اس میں نقصان ہو جائے تو بیمہ کرانے والے کو چیز کی قیمت ملے گی یا اسکی مرمت کرائی جائے گی،مثلاً عمارت یا دوکان کا بیمہ کرالیا جائے کہ اگر عمارت یا دوکان میں آگ لگ گئی تو بیمہ کمپنی اتنے پیسے دے گی جو عمارت یا دوکان کی قیمت کے برابر ہوگی اور اگر جزئی نقصان ہوا ہے تو نقصان کی تلافی کی جائے گی۔اسی طرح سامان کا بیمہ کرایا جاتا ہے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ بھیجنے میں اگر سامان ضائع ہو جائے تو اس کی قیمت مل سکے۔اسی طرح گاڑیوں کا بیمہ کرایا جاتا ہے کہ اگر چوری ہو جائے یا آگ لگ جائے یا کسی حادثہ میں تباہ ہو جائے وغیرہ وغیرہ تو بیمہ کمپنی اس گاڑی کی قیمت ادا کرتی ہے یا اس کی مرمت کراتی ہے،لیکن اس کے لئے بیمہ کرانے والے کو ماہانہ یا سالانہ کچھ رقم بیمہ کمپنی کو ادا کرنی ہوتی ہے، جس کو پریمیم کہتے ہیں،جو واپس نہیں ملتی خواہ کوئی حادثہ پیش آئے یا نہیں۔

املاک یا اشیاء کے بیمہ (Goods Insurance) کا شرعی حکم:

جمہور علماء کی رائے ہے کہ یہ بھی ناجائز ہے کیونکہ اس میں غرر یعنی جوئے کا عنصر موجود ہے۔حضور اکرم ﷺ نے اس سلسلہ میں ساری انسانیت کے لئے ایک اصول بتایا: لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ نہ آدمی خود کو نقصان میں ڈالے اور نہ دوسروں کو نقصان پہنچائے۔(موطا مالک،مسند احمد، ابن ماجہ، دارقطنی) ایک طرف سے پریمیم دے کر ادائیگی متیقن ہے لیکن دوسری طرف سے معاوضہ مجہول ہے اور معلق علی الخطر ہے کہ اگر حادثہ پیش آ گیا تو معاوضہ ملے گا اور حادثہ پیش نہیں آیا تو کوئی معاوضہ نہیں ملے گا،لہذا اسمیں غرر یعنی دھوکا پایا جاتا ہے،جمہور علماء اِس قسم کے بیمہ کے حرام ہونے کے قائل ہیں البتہ بعض علماء مثلاً شیخ مصطفیٰ الزرقاء کی رائے ہے کہ یہ بیمہ جائز ہے۔ہاں اگر کسی حکومت کی جانب سے اِس نوعیت کا بیمہ کرانا لازمی اور ضروری ہو جائے تو پھر بدرجہ مجبوری کرایا جاسکتا ہے۔

ذمہ داریوں کا بیمہ (Third Party Insurance):

بیمہ کی تیسری قسم ذمہ داری کا بیمہ ہوتا ہے جس کو Third Party Insurance کہتے ہیں،اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر بیمہ کرانے والے کے ذمہ کسی تیسری پارٹی کی طرف سے کوئی مالی ذمہ داری عائد ہوگئی تو بیمہ کمپنی اُس ذمہ داری کو پورا کرے گی۔مثلاً گاڑی سے کسی دوسرے شخص یا کسی دوسری گاڑی کو

نقصان پہنچنے کی صورت میں دوسرے شخص کی گاڑی کی نقصان کی تلافی بیمہ کمپنی کے ذمہ ہوگی،لیکن اِس کے لئے بیمہ کرانے والے کو ماہانہ یا سالانہ کچھ رقم بیمہ کمپنی کو ادا کرنی ہوتی ہے، جس کو پریمیم کہتے ہیں، جو واپس نہیں ملتی خواہ کوئی حادثہ پیش آئے یا نہیں۔

ذمہ داریوں کے بیمہ (Third Party Insurance) کا شرعی حکم:

دوسری قسم کی طرح ذمہ داریوں کے بیمہ کے متعلق بھی جمہور علماء کی رائے اس کے حرام ہونے کی ہی ہے اگرچہ بعض علماء نے اس کے جواز کا اس شرط کے ساتھ فیصلہ کیا ہے کہ بیمہ کمپنی کا کاروبار سود پر مبنی نہ ہو۔

صحت کا بیمہ (Health Insurance) اور اس کا شرعی حکم:

جس ملک میں صحت کا بیمہ کرانا ضروری اور لازمی ہے وہاں مجبوری کی وجہ سے کرایا جاسکتا ہے، ورنہ حتی الامکان بچنا چاہئے، کیونکہ اس میں بھی غرر ضرور ہے کہ بیمہ کرانے والے کی طرف سے پریمیم کی ادائیگی متیقن ہے لیکن معاوضہ مجہول ہے اور ادا کردہ رقم واپس نہیں ہوتی خواہ آدمی بالکل بیمار ہی نہ ہو۔

بیمہ کمپنی کا تعارف (Insurance Company):

بیمہ کی مذکورہ اقسام کو تجارتی بیمہ (Commercial Insurance) کہتے ہیں، اس میں ایک کمپنی اِسی مقصد کے لئے قائم کی جاتی ہے اور ان کا طریقۂ کار یہ ہوتا ہے کہ پہلے ایکوری (Acuary) حساب کے ذریعہ یہ اندازہ لگایا جاتا ہے کہ جو حوادث وواقعات پیش آتے ہیں، ان کا سالانہ اوسط کیا ہے، سال میں کتنی جگہ آگ لگتی ہے، کتنی جگہوں پر گاڑیوں کا ایکسیڈینٹ ہوتا ہے، کتنی جگہ ریل کا تصادم ہوتا ہے، کتنے جہاز ڈوبتے ہیں، کتنے زلزلے آتے ہیں، کتنے لوگ بیمار ہوتے ہیں، وغیرہ وغیرہ، اس کا ایک اوسط نکالتے ہیں اور اس اوسط کی بنیاد پر آنے والے سالوں کے لئے بھی وہ حادثات کا تخمینہ لگاتے ہیں کہ آئندہ سال اس قسم کے متاثرہ اشخاص کو معاوضہ دیا جائے تو کل کتنے اخراجات آئیں گے، اور قسطوں پر حاصل شدہ رقم کو بینک میں جمع کرنے پر کتنا سود ملے گا۔ فرض کریں کہ انہوں نے آئندہ سال پیش آنے والے حادثات کا اندازہ لگایا کہ ایک ارب روپیہ ہے، اب بیمہ کمپنی یہ کرتی ہے کہ اگر ہم ایک ارب روپئے خرچ کر کے ان سارے حادثات کا معاوضہ ادا کردیں تو ہمیں لوگوں سے کتنی قسطوں کا مطالبہ کرنا چاہئے اور اس پر ہمیں کتنی رقم سود کی ملے گی جس سے نہ صرف یہ کہ ایک ارب روپئے حاصل ہوں بلکہ ایک ارب سے زیادہ حاصل ہوں جو ہمارا نفع ہو اور کم از کم کمپنی کے سارے اخراجات کے بعد دس کروڑ کا نفع ہونا چاہئے۔ اب انہوں نے مطلوبہ رقم لوگوں سے وصول کرنے کے لئے قسطوں کی تعداد مقرر کردی کہ جو بھی بیمہ کرائے وہ اتنی قسط ادا کرے، جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جب ساری قسطیں اکٹھی ہوجائیں تو ہمیں کل کتنی رقم ملے گی اور اس پر کتنا سود ملے گا۔ ایک ارب دس کروڑ ملیں گے تو ایک ارب معاوضوں میں دے دیں گے اور دس کروڑ ہمارا نفع ہوجائے گا۔ یہ تجارتی کمپنیوں کا طریقۂ کار ہوتا ہے۔

باهمی امداد (Mutual Insurance) کا طریقۂ کار:

باہمی امداد (جس کو عربی میں التامین التعاونی یا التامین التبادلی کہا جاتا ہے) کا طریقۂ کار یہ ہوتا ہے کہ کچھ لوگ باہم مل کر ایک فنڈ قائم کرتے ہیں، اس کا مقصد ممبران میں سے کسی ممبر کے ساتھ آنے والے حادثہ پر اس کی مدد کرنا ہوتا ہے۔ مثلاً سو اشخاص مل کر ایک ایک ہزار روپئے سالانہ جمع کرتے ہیں کہ اس رقم سے آپس میں کسی ممبر کے ساتھ آنے والے حادثہ پر اس کی مدد کریں گے، رقم کم پڑنے پر دوبارہ رقم ڈالی جاتی ہے اور رقم بچنے پر وہ اگلے سال کے لئے جمع ہوجاتی ہے۔ اس رقم پر کوئی سود نہیں لیا جاتا ہے۔ اس میں تجارت کرنا پیش نظر نہیں ہوتا ہے بلکہ باہم مل کر ایک دوسرے کی مدد کرنے کے لئے یہ فنڈ بنایا جاتا ہے۔ یہ صورت سب کے نزدیک جائز ہے۔

﴿ایک تجویز﴾: دنیا میں رائج سود اور جوئے پر مبنی بیمہ کے تحت مجبوری میں بیمہ کرانے کی صورت میں ادا کردہ رقم سے زیادہ فائدہ حاصل ہونے پر زیادہ رقم صدقہ کردیں اور جمع شدہ رقم سے مکمل استفادہ نہ ہونے پر اس کو صدقہ سمجھ کر چھوڑ دیں، لیکن اگر باہمی امداد کے طریقہ پر بیمہ کیا گیا ہے تو پھر کوئی حرج نہیں ان شاء اللہ۔

عصر حاضر میں ہم کیا کریں؟

☆ دنیا میں بیمہ کا رائج طریقہ سود اور جوئے پر مبنی ہونے کی وجہ سے اصلاً تو ناجائز ہے، لیکن بعض شعبہ ہائے زندگی میں بیمہ قانوناً لازم ہوگیا ہے، اس کے بغیر گزارہ نہیں ہوسکتا، مثلاً گاڑیوں کا بیمہ۔ دنیا کے تقریباً تمام ممالک میں گاڑیوں کا کم از کم Third Party Insurance کرانا لازمی ہے۔ اب جہاں قانون نے مجبور کردیا تو پھر علماء کرام نے بدرجہ مجبوری انشورنس کرانے کی گنجائش دی ہے۔

☆ اگر کسی ملک یا کسی جگہ پر واقعی کسی مسلمان کی جان یا مال محفوظ نہیں ہے تو وہاں بھی بیمہ کرانے کی علماء کرام نے اجازت دی ہے۔

☆ عصر حاضر کے علماء کرام نے دنیا میں موجودہ رائج بیمہ کے مقابل جو نظام تجویز کیا ہے وہ باہمی امداد (Mutual Insurance) کی ایک ترقی یافتہ شکل ہے جس کو التامین التعاونی کہا جاتا ہے، اس نظام کی بنیاد تبرع ہے نہ کہ عقد معاوضہ، جس کا طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ مثلاً کچھ افراد نے ایک کمپنی قائم کرلی اور جو سرمایہ جمع ہوا وہ تجارت میں لگادیا پھر اور بیمہ داروں کو دعوت دی جاتی ہے کہ آپ بھی آکر اس میں پیسہ لگائیں، انہوں نے جو رقم دی وہ بھی نفع بخش تجارت میں لگادی گئی اور ساتھ میں ایک فنڈ بنادیا گیا، جس کے ذریعہ اگر ممبران کو کوئی حادثہ پیش آئے تو اس فنڈ سے اس کی مدد کی جائے۔ سال کے اختتام پر پیسے بچنے پر ممبران کو واپس کردئے جاتے ہیں یا ان کے نام سے یہ رقم فنڈ میں آئندہ سال کے لئے جمع کردی جاتی ہے۔ اس بنیاد پر عرب ممالک میں کچھ کمپنیاں قائم ہوئی ہیں۔ بہرحال بیمہ کے اس نظام کے تحت مطلوب بھی حاصل ہوجارہا ہے اور سود اور جوئے کے عنصر سے کافی حد تک بچاؤ بھی ہے۔ یاد رکھیں کہ ہندو پاک کی بیمہ کمپنیوں میں یہ نظام موجود نہیں ہے، بلکہ ان میں عموماً سود اور جوئے والا نظام ہے۔

خلاصۂ کلام:

جیسے کہ دلائل کے ساتھ ذکر کیا گیا دنیا میں رائج انشورنس کا موجودہ نظام سود اور جوئے پر مشتمل ہے اور ان دونوں کی حرمت قرآن وحدیث میں واضح طور پر موجود ہے، جن کے حرام ہونے پر امت مسلمہ متفق ہے۔ نیز اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ (سورۃ الاعراف ۱۵۷) ناپاک چیزوں کو ہی ہم نے حرام کیا ہے یعنی جوئے اور سود کے عنصر سے مرکب بیمہ کے موجودہ نظام کے اندر اگر ہمیں بظاہر نفع نظر بھی آئے مگر خالق کائنات کے کلام کے مطابق اس میں شر ضرور پوشیدہ ہے لہذا حتی الامکان دنیا میں رائج انشورنس کے موجودہ نظام سے بچیں۔ اگر بیمہ کے موجودہ نظام سے بچنے میں بظاہر نقصان نظر آئے تو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو یاد رکھیں: وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهُ مَخْرَجاً وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَايَحْتَسِبُ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ (سورہ الطلاق ۲،۳) جو کوئی اللہ سے ڈرے گا، اللہ اس کے لئے مشکل سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کردے گا۔ اور ایسی جگہ سے رزق عطا کرے گا جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوگا۔ اور جو کوئی اللہ پر بھروسہ کرے تو اللہ اس (کا کام بنانے) کے لئے کافی ہے۔ انشورنس میں یقینی طور پر بعض منافع موجود ہیں لیکن نقصانات اس سے کہیں زیادہ ہیں، اسی وجہ سے علماء کرام نے قرآن وحدیث کی روشنی میں بیمہ کرانے کو ناجائز قرار دیا ہے، شراب میں بھی بعض منافع ہیں جیسے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے مگر نقصانات فوائد سے بہت زیادہ ہیں، جس کی وجہ سے اس کو شریعت اسلامیہ میں حرام کیا گیا ہے ۔۔۔۔ ہاں اگر سود اور جوئے سے بالکل محفوظ کسی بیمہ کمپنی میں املاک یا اشیاء کا بیمہ کرایا جائے تو اس کی گنجائش ہے، اسی طرح زندگی کے جس شعبہ میں

حکومت کی جانب سے بیمہ کرانا لازمی ہوجائے کہ اب بیمہ کرائے بغیر کوئی چارہ نہیں تو پھر اس شعبہ میں بیمہ کرانے کی گنجائش ہے۔ واللہ اعلم بالصواب،،،،،، عصر حاضر کے محقق وجدید مسائل سے بخوبی واقف حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم نے اس موضوع پر کافی کچھ تحریر کیا ہے، میں نے یہ مضمون موصوف کے مضامین سے ہی استفادہ کر کے تحریر کیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ موصوف کو دین اسلام کی خدمت کے لئے قبول فرمائے اور ہم سب کو منکرات سے بچ کر زندگی گزارنے والا بنائے، آمین، ثم آمین۔

محمد نجیب قاسمی سنبھلی، ریاض (najeebqasmi@yahoo.com)

جھوٹ

الحمدللہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی سیدالانبیاء والمرسلین، امابعد،،،

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیم،،،،

یَا اَیُّھا الَّذِینَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَقُولُوا قَوْلاً سَدِیْداً یُصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ وَیَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوبَکُمْ وَمَن یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُولَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِیْماً

(سورۃ الاحزاب ۷۰۔۷۱)

سامعین کرام، حضرات علماء ومشائخ عظام،،،،

آپکی خدمت میں معاشرہ کی مہلک بیماری (جھوٹ) کی حقیقت پیش کررہا ہوں کہ جھوٹ سخت ہلاکت خیز کبیرہ گناہ ہے، جھوٹا معاشرہ کی نظر میں بےعزت ذلیل وپست ہمت وبےوزن ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی کوئی قدر نہیں ہوتی، عام شخص اس کو منہ نہیں لگاتا، آسمان وزمین میں ایسے شخص کو سخت ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا جاتا ہے، مشاہدہ شاہد ہے کہ جھوٹ کے سبب کتنے ہی اشخاص آزمائش وابتلاء سے گزرے ہیں بالخصوص جب بڑے حضرات کے یہاں جھوٹ بولا جاتا ہے تو اسکی وجہ سے عام بےچینی وقلق واضطراب جنگ وفساد پھوٹ پڑتا ہے، باطل اور حرام طریقہ سے مال ودولت ہڑپ کئے جاتے ہیں، ناحق جھوٹ وفریب کی بدولت خون کی ندیاں بہائی جاتی ہیں، کہیں جھوٹی خبر سے باپ چل بستا ہے کہیں بیٹا صدمے سے چل بستا ہے کہیں ماں کا سایہ چھن جاتا ہے کہیں جھوٹ ک شرارت اسپتال لے جاتی ہے کہیں گھر اجڑ جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ نے جھوٹوں پر لعنت فرمائی ہے، ان کے لئے جہنم تیار کی جو بدترین ٹھکانا ہے، دروغ گو دنیا وآخرت میں بدنصیب اور ہمیشہ غضب الٰہی کی زد میں ہوتا ہے، سخت عذاب ودردناک انجام سے ڈرایا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: **(ویوم القیامۃ تری الذین کذبوا علی اللہ وجوھھم مسودۃ، الیس فی جھنم مثوی للمتکبرین)** (سورۃ الزمر ۶۰) اور قیامت کے دن تم دیکھو گے جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی شان میں جھوٹ گھڑا ہوگا ان کے منہ کالے ہونگے، انہوں نے سمجھ رکھا تھا کہ متکبروں کا ٹھکانا جہنم میں نہ ہوگا، دوسری جگہ ارشاد فرمایا **(انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون بآیات اللّٰہ واولئک ھم الکاذبون)** (سورۃ النحل ۱۰۵) جھوٹ کا افتراء وہی لوگ کیا کرتے ہیں جو اللہ کے حکموں پر ایمان نہیں رکھتے اور وہی جھوٹے ہیں۔

(ان اللہ لایھدی من ھو مسرف کذاب) (سورۃ المؤمن ۲۸) اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو راہ نہیں دکھاتے جو اسراف کرنے والے ہیں اور جھوٹے ہیں۔ اور چونکہ جھوٹ کے نتائج سخت مہلک اور خطرناک ہیں، اور جھوٹ بولنے والے کے ساتھ ساتھ اغیار بھی اس کے شر سے محفوظ نہیں رہتے، اسی لئے آپ ﷺ کی سخت وعید ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: **(علیکم بالصدق فان الصدق یھدی الی البر والبر یھدی الی الجنۃ الخ ....)** سچائی کو لازم پکڑو کیونکہ سچ نیکی کی راہ دکھاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے، اور آدمی یکساں طور پر سچ کہتا ہے اور سچائی کی کوشش میں رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کی نظر میں اس کا نام سچوں میں لکھدیا جاتا ہے اور جھوٹ سے بچے رہو اس لئے کہ جھوٹ گناہ اور فجور ہے اور فجور دوزخ

کی راہ بتاتا ہے، اور آدمی مسلسل جھوٹ بولتا ہے اور اسی کی جستجو میں رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے نزدیک اس کا شمار جھوٹوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔
جھوٹ سے متعلق قرآن وحدیث کی روشنی میں اجمالی طور پر چار موضوعات پر مشتمل وضاحت پیش خدمت ہے جو کہ حسب ذیل ہے:

۱) جھوٹ کی ۱۴ اقسام
۲) جھوٹ کی قباحت ۱۲ پہلوؤں سے
۳) جھوٹ بولنے کی گنجائش کے تین مواقع
۴) جھوٹ ترک کرنے کے بہترین نتائج

۱) جھوٹ کی اقسام

۱) اللہ رب العزت پر جھوٹ بولنا۔
۲) نبی اکرم ﷺ پر جھوٹ بولنا۔
۳) جھوٹے خواب بیان کرنا۔
۴) اپنے باپ کے بجائے کسی اور کی طرف نسبت کرنا۔
۵) بلا دئے پا لینے کا اظہار کرنا۔
۶) تہمت لگانا۔
۷) جھوٹی گواہی دینا۔
۸) مال ہڑپنے کی خاطر جھوٹی قسم کھانا۔
۹) تجارت میں جھوٹ سے کام لینا۔
۱۰) مزاحاً جھوٹ بولنا۔
۱۱) لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹ بولنا۔
۱۲) ازراہ تکلف جھوٹ بولنا۔
۱۳) مخاطب کو حقیر سمجھتے ہوئے جھوٹ بولنا۔
۱۴) ہر سنی ہوئی بات کو بیان کرنا۔

جھوٹ کی قباحت ۱۲ پہلوؤں سے:

۱) جھوٹ کا خیر سے خالی ہونا۔
۲) رسول اللہ اور حضرات صحابۂ کرام کی نظر میں جھوٹ کا بدترین عادت ہونا۔
۳) جھوٹے کے لئے شدید اور طویل عذاب ہونا۔
۴) جھوٹ کا گناہوں اور جہنم کی طرف لے جانا۔
۵) جھوٹ کا تاجروں کو فاجر بنانے والی چیزوں میں سے ہونا۔

۶) جھوٹ اور اسکے مطابق عمل قبولیت روزہ میں رکاوٹ ہونا۔

۷) جھوٹ کا راہ ہدایت کی رکاوٹ ہونا۔

۸) جھوٹ کا باعث قلق واضطراب ہونا۔

۹) جھوٹ کا منافقوں کی خصلتوں میں سے ہونا۔

۱۰) جھوٹ اور شرک کا باہمی تعلق ہونا۔

۱۱) جھوٹ کا ایمان کے منافی ہونا۔

۱۲) جھوٹ کی زمانہ جاہلیت میں بھی معیوب سمجھا جانا۔

جھوٹ بولنے کی گنجائش کے مواقع:

رسول اللہ ﷺ نے کچھ مقامات پر جھوٹ بولنے کی اجازت دی ہے۔

حضرت ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو بخاری و مسلم نے نقل کیا ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ سے سنا کہ (**لیس الکذاب الذی یصلح بین الناس فینمی خیراً او یقول خیراً**) کذاب وہ نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان صلح کرواتے ہوئے اچھی بات نقل کرتا ہے یا خیر کی بات کرتا ہے۔

بعض احادیث میں آپ ﷺ نے اس کے علاوہ دو اور صورتوں میں بھی جھوٹ کے بارے میں رخصت دی ہے، حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے ترمذی نے نقل کیا ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **لا یحل الکذب الا فی ثلاث: یحدث الرجل امراتہ لیرضیھا، والکذب فی الحرب، والکذب لیصلح بین الناس۔** تین حالتوں کے سوا جھوٹ جائز نہیں ہے۔

۱) آدمی اپنی بیوی کو راضی کرنے کی خاطر بات کرے۔

۲) جنگ میں جھوٹ۔

۳) لوگوں کی اصلاح کی خاطر جھوٹ۔

علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ ہر قسم کا جھوٹ حرام ہے، ان تین صورتوں کے علاوہ جھوٹ کی کوئی شکل بھی جائز نہیں۔ آپ ﷺ نے مصالح کے حاصل ہونے اور مفاسد کے دور ہونے کی بناء پر جھوٹ کی اجازت دی ہے اور بہترین بات یہ ہے کہ ان تینوں صورتوں میں جہاں تک ممکن ہو جھوٹ نہ بولے، اور جب کوئی صورت ممکن نہ ہو تو رخصت پر عمل کرے۔

جھوٹ ترک کرنے کا عظیم الشان بدل:

غزوۂ تبوک میں آپ ﷺ کے ساتھ شامل نہ ہونے والے تین حضرات حضرت کعب بن مالک، حضرت مرارہ بن ربیع اور حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہم، جب آپ نے ان سے غیر حاضری کے متعلق سوال فرمایا تو انہوں نے جھوٹ سے گریز کرتے ہوئے تمام صورت حال سچ سچ عرض کردی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ عنایت فرمائی کہ ان کی توبہ کو قبول فرمایا: (**ثم تاب علیھم لیتوبوا ان اللہ ھو التواب الرحیم**) پھر اللہ نے ان کی جانب سے توجہ فرمائی تا کہ وہ توبہ کرلیں بیشک اللہ ہی بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والے نہایت مہربان ہیں۔ اور آپ ﷺ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو اس عظیم نعمت کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا: (**ابشر بخیر یوم مر علیک منذ ولادتک امک**) تمہیں اس دن کی خوشخبری جو کہ تمہاری والدہ کے جنم دینے کے دن سے لے کر آج تک کے تمام دنوں سے تمہارے لئے بہترین ہے۔

جن لوگوں نے آپ کے سامنے جھوٹ بولا، اللہ نے ان کے بارے میں دو آیتیں نازل فرمائیں جو کہ پانچ دنیوی واخروی سزاؤں سے متعلق ہیں۔

الف) ان کے ساتھ قطع تعلق کا حکم: فرمایا: (**فاعرضوا عنهم**) ان سے اعراض کرو۔ علامہ شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ہیکہ ان کو چھوڑ دو، قطع تعلق کرلو۔ اس سے مقصود ان سے راضی ہونا یا ان کے گناہوں کو درگزر کرنا نہیں ہے۔

ب) ان پر ناپاک ہونے کا حکم: فرمایا: (**انهم رجسٌ**) بلاشبہ وہ ناپاک ہیں۔ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: یعنی ان کے باطن اور اعتقادات خبیث ہیں۔

ج) ان کا ٹھکانا جہنم ہونا: فرمایا: (**وماواهم جهنم**) ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔ علامہ قرطبیؒ اس کی تفسیر میں رقم طراز ہیں: یعنی ان کی منزل اور جگہ (جہنم ہے)۔

د) اللہ تعالیٰ کا ان سے راضی نہ ہونا: فرمایا: (**فان ترضوا عنهم فان الله لا يرضى عن القوم الفاسقين**) سو اگر تم ان سے راضی بھی ہو گئے تو یقیناً اللہ فاسق لوگوں سے راضی نہیں ہوتے۔ اس کا مقصود جیسا کہ علامہ شوکانیؒ نے فرمایا: اہل ایمان کو ان سے راضی ہونے سے روکا گیا ہے، کیونکہ جن سے اللہ ناخوش ہوں اہل ایمان ان سے راضی نہیں ہوتے۔

ھ) ان کو فاسق قرار دینا: فرمایا: (**فان ترضوا .... الفاسقين**) سو اگر تم ان سے راضی بھی ہو گئے تو اللہ تعالیٰ فاسق لوگوں سے راضی نہیں ہوتے۔ علامہ الوسیؒ فرماتے ہیں کہ ضمیر کے بجائے فاسقین کا لفظ استعمال کیا گیا تا کہ ان کے بارے میں یہ نشاندھی کی جاسکے کہ وہ اطاعت (الٰہیہ) سے نکل چکے ہیں اور یہی بات ان پر نازل ہونے والے عذابوں کا سبب بنی۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے جھوٹ ترک کرنے پر باری تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہونے والی نوازشات کا تقابل جھوٹ بولنے والوں پر اللہ کی ناراضگی سے کرتے ہوئے بیان فرمایا: قسماً باللہ! اللہ کی توفیق سے مشرف با اسلام ہونے کے بعد میری نظر میں آپ ﷺ کے روبرو اس سچ بولنے سے بڑھ کر مجھ پر کوئی احسان نہیں ہوا کہ میں نے جھوٹ نہیں بولا اور ایسے ہلاک نہیں ہوا جیسا کہ جھوٹ بولنے والے ہلاک ہو گئے تھے، بذریعہ وحی اسقدر شدید وعید فرمائی کہ اتنی سخت کسی دوسرے کے لئے نہیں فرمائی گئی،

حافظ بن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اسمیں سچ کا فائدہ ہے اور جھوٹ کے انجام نحوست کی وضاحت ہے۔ اے اللہ ہمیں سچ بولنے کی توفیق عطا فرما اور اس کے ثمرات سے مالا مال فرما، جھوٹ اور اسکے زہریلے اثرات سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہمیں محفوظ فرما، آمین، ثم آمین۔

مولانا احتشام الحق، ریاض

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد للّٰہِ رَبِّ الْعالمین، وَالصَّلاۃ وَالسَّلامُ علی رسولِہِ الکَرِیم نبینا محمد وعلی آلہ واصْحَابہ اجْمَعِین وَمَنْ تَبِعَھُمْ بِاِحْسَان اِلَی یَوْمِ الدِّیْنِ، امَّا بَعْدُ

غیبت

فَاعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیم،،،،

یَا ایُّھا الَّذِینَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا کَثِیْراً مِّنَ الظَّنِّ، اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَلا تَجَسَّسُوا وَلَا یَغْتَبْ بَعْضُکُمْ بَعْضاً، اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَن یَّاکُلَ لَحْمَ اَخِیْہِ مَیْتاً فَکَرِھْتُمُوہُ وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ تَوَّابٌ رَّحِیْم (سورۃ الحجرات ۱۲)

ہونٹ سی لینا ہی بہتر تھا کسی کا ورنہ

لب کشائی سے کئی نام اچھل سکتے تھے

عزت مآب صدر جلسہ، علماء کرام، عزیز رفقاء اور قابل قدر میری ماؤں اور بہنوں!

اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے، یہ انسانی زندگی کے مختلف شعبوں اور نوع انسانی کی مختلف اصناف اور طبقات کو ارتقاء کا سامان بہم پہنچاتا ہے۔ اسلام سب کے لئے سکون، طمانیت اور کامرانی کی ضمانت دیتا ہے، نیز امن وسکون کو غارت کرنے والی چیزوں کو حرام قرار دیتا ہے۔ اسلامی معاشرہ کی نشوونما اسی وقت ممکن ہے، جب اللہ رب العزت کے حدود کی پاسداری ہو اور رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات کا احترام ہو۔

سورۂ حجرات کی بارہویں آیت میں اہل ایمان کو سوءظن، تجسس اور غیبت سے اجتناب کرنے کے لئے کہا گیا ہے۔ غیبت ہے کیا چیز؟ آیئے ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں اسے جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ انَّ رسولَ اللّٰہِ صلی اللّٰہُ علیہ وسلم قال اَتَدْرُون مَا الغیبۃ، قَالُوا اللّٰہ وَرَسُولُہ اَعْلَمُ، قَالَ: ذِکْرُکَ اَخَاکَ بِمَا یَکْرَہُ، قِیْلَ اَفَرَاَیْتَ اِنْ کَانَ فِی اَخِی مَا اَقُوْلُ، قَالَ اِنْ کَانَ فِیْہِ مَا تَقُولُ فَقَدِ اغْتَبْتَہُ وَاِن لَّمْ یَکُنْ فِیْہِ فَقَدْ بَھَتَّہُ (مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام رضوان اللہ اجمعین سے فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ غیبت کیا ہے؟ صحابۂ کرام نے جواب دیا: اللہ اور اس کے رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے بھائی کی اس چیز کا ذکر کرنا جسے وہ ناپسند کرتا ہو۔ کہا گیا اگر وہ چیزیں اس میں موجود ہوں تو؟ آپ ﷺ نے کہا کہ اگر وہ چیز اس کے اندر ہو تو تم نے غیبت کی اور اگر نہ ہو تو وہ تو بہتان ہوگا۔

غیبت کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے لوگوں کے سامنے کسی کی برائیوں اور کوتاہیوں کا ذکر کیا جائے جسے وہ برا سمجھے، اور اگر اس کی طرف ایسی باتیں منسوب کی جائیں جو اس کے اندر موجود ہی نہیں ہیں تو وہ بہتان ہے لیکن بدقسمتی سے یہ دونوں ہی برائیاں عام ہیں، اللہ ان دونوں برائیوں سے امت مسلمہ کو محفوظ فرمائے۔ آمین، ثم آمین۔

کسی مسلمان بھائی کی کسی کے سامنے برائی بیان کرنا یعنی غیبت کرنا ایسے ہی ہے جیسے مردار بھائی کو گوشت کھانا، بھلا کون ایسا ہوگا جو اپنے مردار بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے غیبت سے بچنے کا حکم دیا ہے اور اس سے نفرت دلائی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضاً اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتاً فَكَرِهْتُمُوْه (سورۃ الحجرات ۱۲) اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے، کیا تم میں سے کوئی بھی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے؟ تم کو اس سے گھن آئے گی۔

غیبت انتہائی قبیح اور ضرر رساں شیء ہے، اس لئے کہ اس سے نہ صرف سماج اور معاشرہ میں انارکی اور نفرت پھیلتی ہے، بلکہ افتراق وانتشار کا بازار گرم ہوتا ہے۔ مسلمان کی کمی یا خامی کا ذکر کرنا چاہے وہ اس کے دین میں ہو یا دنیا میں، یا اس کے جسم یا اخلاق میں ہو، چاہے اس کے عیوب کو بیان کرے یا اس کے تصرفات کی نقل کرے جیسے کسی کے لمبے یا چھوٹے قد، اس کے سیاہ رنگ اور جسمانی نقص کا مذاق اڑانا نیز کسی کو فاسق وفاجر اور بدکردار کہنا یا کسی کو بے وقوف، کم عقل اور جاہل کہنا یا کسی کے حسب ونسب میں نقص نکالنا یا کسی شخص کی کسی نقل وحرکت اور لباس، غرض جس چیز سے بھی اس کا تعلق ہو اس کا کوئی عیب ایسا ذکر کرنا جس کا سننا اس کو ناگوار ہو خواہ اس کا اظہار زبان سے ہو یا آنکھ، ہاتھ اور سر کے اشارہ سے یا نقل اتاری جائے، یہ سب غیبت کے ضمن میں آتا ہے۔

غیبت کرنا جہاں گناہ ہے وہیں اس کا سننا بھی جرم ہے، مجلس میں جو حاضر ہیں ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس منکر کو روکیں اور جس بھائی کی غیبت کی گئی اس کی طرف سے دفاع کریں۔ فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے: مَنْ رَدَّ عَنْ عِرْضِ اَخِيْهِ الْمُسْلِمِ كَانَ حَقاً عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ اَنْ يَّرُدَّ عَنْهُ نَارَ جَهَنَّمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (رواه احمد والترمذی) جس نے اپنے مسلم بھائی کے عزت وناموس کا دفاع کیا اللہ اس کے چہرے سے قیامت کے دن آگ کو ہٹائے گا۔

نیز ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ (رواہ مسلم) مسلمانوں کا خون، مال اور ان کی آبرو ایک دوسرے پر حرام کردی گئی ہے۔

آج ہماری سوسائٹی اور معاشرہ میں سب سے لذیذ اور مزیدار کوئی چیز اگر ہے تو وہ غیبت ہے، یہ شرعاً حرام ہے اس لئے کہ اس سے اہانت نفس اور آبروریزی ہوتی ہے۔ غیبت کو فاكهة المجالس (مجالس کا میوہ) کا نام دیا جاتا ہے۔ ہر طبقہ تقریباً اس میں ملوث ہے جب کہ حدیث میں سخت وعید آئی ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لَمَّا عُرِجَ بِي اِلَى السَّمَاءِ مَرَرْتُ بِقَوْمٍ لَّهُمْ اَظْفَارٌ مِّنْ نُحَاسٍ يَخْمِشُوْنَ بِهَا وُجُوْهَهُمْ وَصُدُوْرَهُمْ فَقُلْتُ: مَنْ هٰؤُلَاءِ يَا جِبْرِيْلُ؟ قَالَ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ لُحُوْمَ النَّاسِ وَيَقَعُوْنَ فِيْ اَعْرَاضِهِمْ (رواه احمد)

جب میں معراج کو گیا تو ایسی قوم کے پاس سے گزرا جو اپنے چہروں اور سینوں کو تانبے کے ناخنوں سے نوچ رہے تھے۔ میں نے پوچھا اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟ کہا یہ لوگوں کی غیبت کرتے تھے اور ان کی برائی بیان کرتے تھے۔

غیبت کی قباحت کا اندازہ اس حدیث سے بھی لگایا جاسکتا ہے جسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے، فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے

ارشاد فرمایا: من اکل لحم اخیه فی الدنیا قرب الیه یوم القیامة فیقال له کله میتاً کما اکلته حیاً (المعجم الوسیط)

جس نے دنیا میں اپنے بھائی کا گوشت کھایا (غیبت کی) قیامت کے دن اس سے قریب کر کے کہا جائے گا اسے مردہ کھاؤ جس طرح زندہ کھایا تھا۔

رسول اکرم ﷺ کا یہ قول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے جب انہوں نے صفیہ رضی اللہ عنہا کو پست قامت کہا: لَقَدْ مَزَجْتِ بِكَلِمَةٍ لَوْ مَزَجْتِ بِهَا مَاءَ الْبَحْرِ لَمُزِجَ (رواہ الترمذی) تو نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر اسے سمندر میں ڈال دیا جائے تو اس کا پانی تبدیل ہو جائے، غیبت کی ہولناکی پر دلالت کرتا ہے۔

اسلام نے جہاں عزت و ناموس کی مکمل حفاظت کی ہے وہیں ایسے لوگوں کو جو اپنی زبان کی حفاظت کرتے ہیں انہیں جنت کی ضمانت بھی دی ہے، نیز ایمان کی استقامت اسی وقت ممکن ہے جب انسان اپنے قلب و لسان کو درست رکھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

لَا يَسْتَقِيمُ اِيمَانُ عَبْدٍ حَتّىٰ يَسْتَقِيمَ قَلْبُهُ وَلَا يَسْتَقِيمُ قَلْبُهُ حَتَّى يَسْتَقِيمَ لِسَانُهُ وَلَا يَدْخُلُ رَجُلٌ الْجَنَّةَ لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ (رواه احمد)

کسی بندے کا ایمان اس وقت تک درست نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کا دل درست نہ ہو اور اس کا دل اس وقت تک درستگی کی راہ پر گامزن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی زبان درست نہ ہو جائے اور وہ جنت میں جانے کا اس وقت تک مستحق نہیں بن سکتا جب تک کہ اس کا پڑوسی اس کی شرانگیزیوں سے خود کو محفوظ نہ سمجھے۔

حضرت عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ کا ایک پڑوسی یہودی تھا، آپ اپنے بیٹوں سے پہلے اسے کھلاتے اور کپڑے پہناتے تھے۔ لوگوں نے یہودی سے کہا اپنا گھر بیچ دو۔ اس نے کہا میرے گھر کی قیمت دو ہزار ہے، ایک ہزار مکان کی اور ایک ہزار ابن المبارک کے پڑوس کی۔ (غم نہ کریں ۸۹)

غیبت کا نقصان یہ ہے کہ کہ غیبت کرنے والے کی نیکیاں جس کی غیبت کی ہے اس کو دے دی جائیں گی اور اگر اس سے کمی پوری نہ ہوئی تو جس کی غیبت کی ہے اس کی برائیاں اس کی گردن میں لاد دی جائیں گی، جس کی وجہ سے غیبت کرنے والے کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ حدیث میں ایسے شخص کو مفلس سے تعبیر کیا گیا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْمُفْلِسُ قَالُوا الْمُفْلِسُ فِيْنَا مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهُ وَلَا مَتَاعَ فَقَالَ اِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ يَّاتِیْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلٰوةٍ وَصِيَامٍ وَزَكٰوةٍ وَيَاتِیْ قَدْ شَتَمَ هٰذا وَقَذَفَ هٰذا وَاَكَلَ مَالَ هٰذا وَسَفَكَ دَمَ هٰذا وَضَرَبَ هٰذا فَيُعْطٰى هٰذا مِنْ حَسَنَاتِهِ وَهٰذا مِنْ حَسَنَاتِهِ فَاِنْ فُنِيَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ اَنْ يُّقْضٰى مَا عَلَيْهِ اُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِی النَّارِ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا، مفلس ہم میں وہ شخص ہے جس کے پاس نہ پیسہ ہو نہ سامان۔ آپ ﷺ نے فرمایا میری امت میں مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز، روزے اور زکاۃ جیسے اعمال خیر کے ساتھ آئے گا مگر اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال ہڑپ کیا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا پیٹا ہوگا تو ہر شخص کو اس کی نیکیاں دے دی جائیں گی، پھر اگر ان کے مطالبات ادا ہونے سے قبل نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو ان پر ان کی برائیاں ڈال دی جائیں

گی، پھر اسے دوزخ میں ڈھکیل دیا جائے گا۔

غیبت کا تعلق انسان کی عزت وآبرو سے ہے، اللہ ایسے لوگوں کو معاف نہیں کرے گا جب تک کہ بندے خود معاف نہ کردیں یا ان کو ان کے حقوق نہ ادا کردئے جائیں، ایسے لوگوں کو جو ایک دوسرے کی عزت سے کھلواڑ کرتے ہیں، انہیں چاہئے کہ اس دن کے آنے سے پہلے جس دن نہ دینار ہوگا نہ درہم اپنے معاملہ کو رفع دفع کرلیں۔ حدیث میں ہے:

مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلِمَةٌ لِاَخِيْهِ مِنْ عِرْضِهِ اَوْ شَيْءٌ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ اَن لَا يَكُونَ دِيْنَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ اِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ اُخِذَ مِنْه بِقَدَرِ مَظْلَمَتِه وَاِن لَمْ يَكُن حَسَنَاتٌ اخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهِ فَحُمِلَ عَلَيْهِ (رواہ البخاری)

جس کسی نے اپنے بھائی پر اس کی آبرو کے سلسلہ میں کوئی ظلم کیا ہو یا اس کی کوئی اور شیء اس کے پاس ہو تو اسے چاہئے کہ آج ہی اس سے (معافی مانگ کر) رفع دفع کرلے، اس دن کے آنے سے قبل جب کہ نہ دینار ہوگا اور نہ درہم۔ اگر ظالم کے پاس نیکیاں ہوں گی تو حق تلفی کے بقدر اس سے لے کر مظلوم کو دے دی جائیں گی اور نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کی برائیاں اس پر ڈال دی جائیں گی۔

دین خیر خواہی اور نصیحت کا نام ہے لہذا بدعقیدہ، ظالم، فتنہ پرور، فحش کو عام کرنے والا، کھلم کھلا جرم کرنے والا نیز اس قبیل کے جتنے بھی لوگ ہیں ان کے حالات سے عام مسلمانوں کو باخبر کیا جائے تاکہ اس کے شر سے محفوظ رہا جا سکے البتہ ان پر حجت تمام کرلی جائے۔ اسی طرح معاملات، تجارت اور شادی وبیاہ وغیرہ میں بھی اس بات کا مکمل خیال رکھا جائے کہ بھولے بھالے مسلمان کسی شر پسند کے ہتھے نہ چڑھ جائیں۔

غیبت سے بچنے کے لئے قرآن واحادیث پر غور کیا جائے اور اس کی قباحت لوگوں کے سامنے بیان کی جائے، نیز محاضرات، مجلّات اور جرائد کے ذریعہ لوگوں کو غیبت کی اصلیت سے آگاہ کیا جائے۔

اللہ رب العزت پوری امت مسلمہ کو غیبت کی تباہ کاریوں سے محفوظ رکھے اور اعمال صالحہ کو اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنانے کی توفیق عطا فرمائے، آمین، ثم آمین۔

عبدالرحمٰن عمری، ریاض

(arkahannan@gmail.com)

(0556014210)

جہیز کی لعنت

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی رسولہ الکریم امابعد۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشادفرماتا ہے:﴿الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علی بعضٍ وبما انفقوا من اموالھم ﴾ (سورۃ النساء:۳۴) مردعورتوں پر حاکم ہیں اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کودوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے کہ مردوں نے اپنا مال خرچ کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا:﴿انی لاخشاکم للہ و اتقاکم لہ لکنی اصوم و افطر و اصلی و ارقدو اتزوج النساء فمن رغب عن سنتی فلیس منی ﴾رواہ البخاری ومسلم (میں تم لوگوں کے مقابلے میں اللہ سے ڈر اور تقوی میں بہت آگے ہوں لیکن میں روزہ رکھتا ہوں، افطار کرتا ہوں، نماز پڑھتا ہوں، سوتا ہوں اور عورتوں سے شادی کرتا ہوں پس جو کوئی بھی میری سنت سے منہ موڑے وہ مجھ میں سے نہیں ہے)۔

مہر کی شرعی حقیقت:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا﴿النکاح من سنتی فمن لم یعمل بسنتی فلیس منی ﴾(ابن ماجہ) نکاح میری سنت ہے جس نے میری سنت پر عمل نہیں کیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔سنت نبوی ﷺ کے مطابق کئے جانے والے نکاح تین شرائط پر مبنی ہیں۔(۱) لڑکی کیلئے سرپرست یا ولی کا ہونا حدیث میں ہے ﴿لا نکاح الاّ بولی ﴾(سنن اربعہ،بیہقی،طبرانی) بغیر ولی کے لڑکی کا نکاح نہیں ہوسکتا۔(۲) لڑکا اور لڑکی کی آپس میں شادی کیلئے رضامندی (۳) زمانے کے مطابق لڑکا اپنی طرف سے برضاورغبت لڑکی کو مہرادا کرے۔ارشاد باری ہے﴿واتوا النسآء صدقاتھن نحلۃ ﴾(سورۃ النسآء:۴) اورعورتوں کے مہر راضی اور بخوشی ادا کردیا کرو۔ ﴿فمااستمتعتم بہ منھن فاتوھن اجورھن فریضۃً ﴾(النسآء:۲۴) پس جو لطف تم نے ان سے اٹھایا ہے اسکے بدلے ان کے مہر کو ایک فرض کے طور پرادا کرو۔ حدیث میں ہے کہ جس نے کسی عورت سے نکاح کیا اور نیت یہ رکھی کہ یہ مہر دینا نہیں ہے تو وہ زانی ہے اور جو مہرادا کئے بغیر مرجائے وہ قیامت کے دن زانیوں کے ساتھ اٹھایا جائیگا۔مقدارمہر کی تعیین میں بےاعتدالی نہ برتی جائے اسکی مقداراتنی ہو کہ مرد بآسانی بغیر قرض لئے اسے ادا کردے ﴿لاتغلوا فی مھور النسآء لتکون عداوۃ ﴾(مسنداحمد) عورتوں کے مہر کے معاملے میں غلو نہ کرو کہ عداوت کا سبب بن جائے۔حضرت عائشہ آنحضرت ﷺ سے روایت کرتی ہیں﴿ان اعظم النسآء برکۃً ایسرھن صداقاً ﴾(مسنداحمد،بیہقی) سب سے زیادہ برکت والی وہ خاتون ہے جس کا مہر سہل اور آسان ہو۔﴿تزوج و لو بخاتم من حدید ﴾ (بخاری،مسلم،ابوداود) نکاح کرو خواہ مہر لوہے کا ایک چھلہ ہی کیوں نہ ہو۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ زیادتی مہر کے بہت خلاف تھے مہر کی زیادتی نہ عزت وشرف کی چیز ہوتی ہے نہ ہی اللہ کے نزدیک تقوی و پرہیزگاری کا عمل ہے۔سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے بارہ اوقیہ سے زیادہ کسی بیوی یا بیٹی کا مہر مقرر نہیں فرمایا۔سوائے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے جن کے مہر کو نجاشی نے طے کیا تھا۔اور اسے حضور ﷺ کی طرف سے ہدیہ کے طور پر ادا کردیا تھا۔اور اس کے برخلاف آپ ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے ان کی آزادی کو مہر کے طور پر پیش کیا تھا۔

قرآن اور معتبر احادیث اور رسول اللہ ﷺ کے عمل سے یہ صراحتاً ثابت ہے کہ مہر محض عورت کا حق ہے اور اسے نکاح کے بعد فوراً ادا کرنا فرض ہے اگر یہ باقی رہ گیا تو یہ ایک قرض ہے جسکا اداء کرنا فرض ہوگا۔جو معاف نہیں کیا جاسکتا یہاں تک کہ ایک حدیث کے مطابق قرض رکھنے والے شہید کو بھی معافی نہیں ہے۔مہر کی ادائیگی میں اصل تعجیل ہے یعنی مہر کو جلداز جلد اداء کرنا۔مہر کو ہتھیار کے طور پر استعمال کرنا کہ مہر کی مقداراتنی زیادہ مقرر کردی جائے کہ مرد کبھی بھی اپنی عورت کو طلاق دینے کی ہمت نہ کرسکے اور خدانخواستہ اگر طلاق دیتا ہے تو بطور جرمانہ اسے یہ بھاری بھرکم رقم ادا کرنی پڑیگی۔یہ قرآن کریم اور احادیث کی روح کے بالکل خلاف ہے۔

جہیز کی شرعی حقیقت:

امت کے تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی لاڈلی صاجزادی حضرت فاطمہؓ کو جہیز میں چار چیزیں عنایت فرمائیں تھیں جیسا کہ صحیح احادیث میں ہے﴿ان رسول اللہ ﷺ لما زوج فاطمة بعث معها بخميلة و وسادة من آدم حشوها ليف و رحيين و سقاء و جرتين ﴾(مسند احمد، الحاکم، والنسائی) رسول اللہ ﷺ نے جب فاطمہؓ کا نکاح کیا تو ان کے ساتھ ایک مخملی چادر، چمڑے کا تکیہ جس کے اندر کھجور کے ریشے بھرے ہوئے تھے، دو چکیاں، ایک مشکیزہ اور دو چھوٹے گھڑے۔ حضرت فاطمہ اپنے ساتھ جو مختصر سامان لیکر آئی تھیں اس پر تا عمر اضافہ نہ ہوسکا۔ جہاں تک معاملہ اسکے سنت ہونے کا ہے تو کسی طور پر اسے سنت کہنا درست نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی دو بیٹیوں حضرت رقیہ اور ام کلثومؓ کو حضرت عثمانؓ کے نکاح میں دیا تھا اور ان دونوں کو کوئی جہیز دینا احادیث میں وارد نہیں ہے البتہ حضرت خدیجہؓ کا حضرت زینبؓ کو ایک ہار دینا احادیث میں آتا ہے جو جہیز کی اباحت اور سنت ہونے کی دلیل نہیں بن سکتی۔ کیونکہ یہ واقعہ نبوت کے پہلے کا ہے اگر جہیز دینا سنت ہوتا تو آپ ﷺ اپنی تمام بیٹیوں کو بلاتفریق جہیز سے نوازتے۔ حضرت علیؓ کے نکاح کے وقت نہ آپؓ کا اپنا کوئی ذاتی گھر تھا اور نہ ہی کوئی ساز وسامان۔ جب آپؓ کے نکاح کی خبر حضرت حارث بن نعمانؓ نے سنی تو بخوشی اپنی سعادت سمجھتے ہوئے اپنا ایک گھر حضرت علیؓ کو رہنے کیلئے پیش کردیا۔ حضرت علیؓ اور فاطمہؓ دونوں آپ ﷺ کی کفالت میں تھے۔ عبداللہ بن عباسؓ حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ﴿ جب رسول اللہ ﷺ نے فاطمہؓ کا نکاح فرمایا تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا ﴿ یارسول اللہ ﴾ مجھے میری بیوی کے پاس جانیکی اجازت دیجئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا﴿ھل عندك شيء تعطيها﴾ اسے مہر میں دینے کیلئے تمہارے پاس کچھ ہے۔ میں نے عرض کیا﴿لا﴾ جی نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿أين درعك الحطمية ﴾ تمہاری حطمیہ زرہ کہاں ہے میں نے عرض کیا﴿عندی﴾ کہ میرے پاس ہے تو فرمایا وہ اسے مہر میں دیدو ﴾(رواہ أحمد، ابوداود، بیہقی) حضرت علیؓ نے اپنی زرہ حضرت عثمانؓ سے ۴۸۰ درہم میں فروخت کردی اور جاتے وقت حضرت عثمانؓ نے وہ زرہ حضرت علیؓ کو از راہ محبت تحفے میں مرحمت کردی۔ اسی زرہ کے پیسے سے حضرت فاطمہؓ کے گھر گرہستی کا سامان خریدا اور حضرت عائشہ اور ام سلمہؓ کو حکم دیا کہ حضرت علی اور فاطمہؓ کے ساتھ انکے گھر تک جاؤ۔ اس حدیث سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ سارے سامان حضرت علیؓ کے پیسے سے خریدے گئے تھے نہ کہ آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ کو جہیز میں دیا تھا اسکو جہیز لینے اور دینے کیلئے کسی طرح حجت نہیں بنایا جاسکتا ہے۔ حسب استطاعت مہر کے علاوہ فریقین میں سے کسی طرف سے کوئی مال یا جائداد منقولہ یا غیر منقولہ جہیز کے نام پر لینا یا دینا حرام ہے اور یہ محض رشوت ہے جسے واپس کرنا لازمی ہے۔ مگر جو لوگ داماد اور اس کے گھر والوں کو بغیر مطالبہ کے اپنی استطاعت کے مطابق بیٹی کو جو سامان جہیز میں دیں وہ تحفہ اور ہدیہ ہے۔ مہر کے ساتھ جہیز میں دیئے گئے تمام سامان کی مالک لڑکی ہے۔ اسے بلاشرکت غیر تصرف کا حق ہے۔

جہیز کی سماجی تباہ کاریاں:

آج ہمارا معاشرہ طرح طرح کی برائیوں کی آماجگاہ بنتا جارہا ہے۔ جس کی وجہ سے امن وسکون، انسانیت، رواداری، انسان دوستی، آپسی الفت ومحبت اور بھائی چارگی کی لازوال دولت رخصت ہوتی جارہی ہے۔ آج ہمارے سماج کو جن داخلی برائیوں کا سب سے بڑا چیلنج ہے، ان میں سے ایک ﴿جہیز کی لعنت﴾ بھی ہے۔ جہیز ایک خطرناک کیڑے اور ناسور کیطرح بڑی تیزی کیساتھ ہماری سماجی زندگی کے ہڈیوں کو کھوکھلا کرتا جارہا ہے۔ جس کا ہمیں ذرہ برابر بھی احساس نہیں۔ محسن انسانیت حضور ﷺ نے اپنی لخت جگر پر اپنی غریب امت کو ترجیح دیکر اور حضرت علیؓ کی فرمائش کو رد کرکے قیامت تک کیلئے مسلمانوں کو ایک بہت بڑی مصیبت سے بچالیا۔ اگر حضور ﷺ حضرت علیؓ کے بھیجنے پر حضرت فاطمہ زہراءؓ کو کنیز عطا فرمادیتے تو آج کا بے غیرت انسان اس کو سنت سمجھ کر ملت کی غریب لڑکیوں کا جینا دشوار کردیتا اور اپنی فرمائش پوری کرنے کیلئے اپنی بیوی کو اس کے باپ کے گھر بھیجنا سنت حیدری خیال کرلیتا۔ مگر آنحضرت ﷺ نے اس فرمائش کو رد کرکے مسلم سماج میں ایک بہت بڑی مصیبت کا دروازہ بند کردیا۔ رسم جہیز نے اپنے ساتھ سماجی تباہ کاری وبربادی کا جو نہ تھمنے والا طوفان برپا کیا ہے، اس نے برصغیر ہند وپاک کے معاشرہ کا جنازہ نکال کررکھ دیا ہے۔ آج ہماری سوسائٹی جہیز کی وجہ سے جن

مصیبتوں میں گرفتار ہوتی جارہی ہے وہ مختلف النوع ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے ہی ضرر رساں پہلوؤں پر محیط ہیں۔جن کو ہم ان مختلف قسموں میں بانٹ سکتے ہیں:

(۱) خانہ تباھی:

اگر لڑکی اپنی حیثیت سے زیادہ جہیز لاتی ہے تو اسکے والدین اسقدر مقروض ہوجاتے ہیں کہ اس سے سبکدوشی کیلئے دن رات ایک کر کے اپنا چین وسکون برباد کر لیتے ہیں۔اگر جہیز لڑکے والوں کے حسب منشا نہیں ہے تو لڑکی کو بے جا تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے اور طعن وتشنیع کی بوچھاڑ کر کے اس کا جینا دوبھر کر دیتے ہیں پھر یہیں سے نکلتی ہیں خانہ تباہی کی بھیانک راہیں یا تو عورت گھر میں آئے دن جھگڑا تکرار، مار پیٹ، گالی گلوج اور لعن وطعن سے تنگ آ کر اس بے رحم سماج سے نجات حاصل کرنے کیلئے خودکشی کا راستہ اختیار کر لیتی ہے۔یا مطالبہ پورا نہ ہونیکی وجہ سے لڑکے والے اپنے ہاتھوں سے اسکے وجود کو موت کے ہم آغوش کر دیتے ہیں۔جبکہ یہ دونوں طریقے نہایت مذموم اور ظالمانہ ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ اور رسول کی ناراضگی کے باعث ہیں۔اگر لڑکی والے طاقتور ہیں تو پھر شروع ہوتا ہے مقدمہ بازی کا ایک لامحدود سلسلہ جس میں بسا اوقات کتنے ہی گھر تباہ وبرباد ہوجاتے ہیں۔

(۲) مہر کی زیادتی:

جہیز کی لعنتوں کی مار جھیل رہا سماج اب کثرت مہر کی پریشانیوں سے دوچار ہوتا جارہا ہے۔اسلئے کہ جب لڑکے والے جہیز کی خاطر اپنی حمیت وغیرت کا سودا کرنے پر بضد ہوجاتے ہیں تو پھر نکاح کے وقت لڑکی والے کی جانب سے مہر کی ایک خطیر رقم کی فرمائش ہوتی ہے۔چونکہ لڑکے والے اپنی بے شرمی وبے حیائی کی وجہ سے مواقع گنوا چکے ہوتے ہیں، لہذا لڑکے کو مجبوراً قبول کرنی پڑتی ہے جو کہ لڑکے کی حیثیت سے کئی گنا زیادہ اور اسکی طاقت کے باہر ہوتی ہے جو کہ تکلیف مالا یطاق ہے۔اور شریعت کے خلاف ہے۔﴿عن عمر بن الخطابؓ قال الا لا تغالوا صدقة النساء فانما لو كانت مكرمة فى الدنيا و تقوى عند الله لكان اولكم بها النبى صلى الله عليه وسلم ما علمت رسول الله صلى الله عليه وسلم نكح شيئاً من نسائة و لا انكح من بناته على اكثر من اثنى عشر اوقية ﴾(رواہ احمد وترمذی) حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں کہ خبردار عورتوں کے مہر میں زیادتی نہ کیا کرو کیونکہ اگر یہ دنیا میں عزت اور اللہ کے نزدیک پرہیزگاری ہوتی تو اس کے سب سے زیادہ مستحق نبی ﷺ ہوتے مجھے نہیں معلوم کہ رسول اللہ ﷺ نے بارہ اوقیہ سے زیادہ پر اپنی کسی بیوی سے نکاح کیا یا اپنی کسی بیٹی کا نکاح کرایا ہو۔ اگر کوئی عورت دھوکہ سے بھی مہر کا مطالبہ کر بیٹھتی ہے تو پھر اسکی خیریت نہیں ہے شوہر کی ناراضگی اور غصہ کا سامنا تو اسکو کرنا ہی پڑتا ہے اوپر سے ساس، سسر، نند اور دیگر اہل خانہ کی جلی کٹی بھی اسکو سننی پڑتی ہے کیونکہ اس وقت اس کا مطالبہ شوہر اور اسکے اہل خانہ کی ناک اور انا کا مسئلہ چھیڑ دیتا ہے۔لہذا کوئی عورت بھول سے بھی اس غلطی کو دہرانا نہیں چاہتی۔حالانکہ مہر عورت کا شوہر پر جبری حق ہے جس کا ادا کرنا شوہر پر واجب ہے اگر ادا کئے بغیر شوہر مر جاتا ہے تو قیامت کے دن اس مرد سے اس کے بارے میں باز پرس ہوگی۔بعض حالات میں زوجین کے مابین مزاج کی عدم موافقت یا بیوی کی بدچلنی اور بداخلاقی کے باوجود شوہر کثرت مہر کی وجہ سے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دے سکتا پھر شوہر ایک مقید پنچھی کی طرح محض پھڑ پھڑا کر صبر وتحمل کا راستہ اختیار کر لیتا ہے۔اگر کوئی باغیرت انسان اس طرح کی بدچلن عورت سے نجات حاصل کرنے کیلئے عزم مصمم کر لیتا ہے تو مہر کی اس خطیر رقم کو ادا کرنے میں اپنی ہر کوشش صرف کر دیتا ہے پھر نوبت مفلسی اور نان شبینہ کی محتاجگی تک آ پہنچتی ہے۔جس کا حاصل خانہ بربادی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

(۳) کثرت طلاق:

رسم جہیز نے جو ہمارے سماج میں تباہی و بربادی کے دروازے کھولے ہیں ان میں سے ایک کثرت طلاق ہے۔آج کثرت جہیز کی لالچ میں طلاق دیکر اصول اسلام کا کھلا مذاق اڑایا جارہا ہے۔اسلام نے ناگزیر حالت میں مرد کو طلاق کا اختیار دیا ہے اس کا ہرگز مطلب یہ نہیں ہے کہ اپنے ناجائز مطالبات کو منوانے کیلئے اسکو ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جائے۔حدیث میں ہے﴿قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما احل الله شيئاً ابغض من طلاق ﴾(سنن ابوداود) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے جن چیزوں کو حلال کیا ہے ان میں اللہ کے نزدیک طلاق سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہے۔جہیز

کی پاداش میں واقع ہونیکی طلاق کی نوعیت دوطرح کی ہیں۔پہلی یہ کہ لڑکا اور اسکے اہل خانہ لڑکی والے پر جہیز دینے کیلئے بار بار دباؤڈالتے رہنے کے باوجود لڑکی والے ان کے مطالبہ کو پورا نہ کر سکے جسکی وجہ سے لڑکا طلاق دیدیتا ہے۔دوسرے یہ کہ لڑکے کے والدین دلہن کا انتخاب کرتے وقت زیادہ جہیز کے لالچ میں لڑکی کے اخلاق واطوار سے صرفِ نگاہ کر لیتے ہیں اور ایک دولتمند بداخلاق وبدمزاج لڑکی سے شادی کر لیتے ہیں اور جب لڑکا وہ ساری خوبیاں اپنی بیوی میں نہیں پاتا جسکی وجہ سے یہ شادی ہونا طے پائی تھی جس کا خمیازہ انہیں شادی کے بعد شرمندگی وندامت اورلڑکے کی ناراضگی کی شکل میں بھگتنا پڑتا ہے۔آخر کار دیکھتے ہی دیکھتے ایک ازدواجی زندگی طلاق کی مار سے ایک آبادوشاداب گھر لالچ اور جھوٹ کی بھٹی میں جل کر تباہی کا بدترین منظر پیش کرتا ہے۔﴿عن ابی هريرةؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تنكح المرأة لأربع لمالها و لحسبها و لجمالها و لدينها فاظفر بذات الدين تربت يداك﴾(رواہ مسلم) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کہ عورت سے نکاح چار چیزوں کی بنیاد پر کیا جاتا ہے مال،حسب ونسب، خوبصورتی اور دینداری،اللہ تمہارا بھلا کرے تم دین والی کو اپناؤ۔

(٤) مال کا ضیاع:

دسیوں قسم کی رسموں پر جس کی اسلام قطعاً اجازت نہیں دیتا بے دریغ پیسے بہائے جاتے ہیں اور اسی طرح ولیمہ کے نام پر آج کل سنت کی جو دھجیاں اڑائی جاتی ہیں وہ سب پر روزروشن کی طرح عیاں ہیں۔اوراسی طرح رسم منگنی، ہلدی، بارات، چوتھی، جمعہ گی، ہار پھول،سہرا، بینڈ باجا،جہیز جوڑا، تلک وغیرہ بدعات و خرافات پر پانی کیطرح پیسے بہائے جاتے ہیں یہ مال کا ضیاع نہیں ہے تو اور کیا ہے﴿وكل بدعة ضلالة و كل ضلالة فى النار ﴾(مسلم،نسائی، ابن ماجہ)اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانیوالی ہے۔

(٥) شکم مادر میں لڑکیوں کی نسل کشی :

جس جاہلانہ رسم وظلم وبربریت کو اسلام نے آج سے چودہ سوسال پہلے ختم کردیا تھا آج اس ترقی یافتہ دور میں جس تیزی کیساتھ شکم مادر میں لڑکیوں کی نسل کشی کی جارہی ہے وہ انسانیت کا بڑا ہی شرمناک پہلو ہے۔جب ہم اس گھناؤنے عمل کے پس پردہ محرک عوامل واسباب کی جستجو کرتے ہیں تو اسکے درپردہ آج سے چودہ سوسال پہلے کا بھیانک منظر سامنے آتا ہے کیونکہ لڑکیوں کے قتل کرنے کے جو اسباب اس وقت تھے تقریباً آج بھی وہی ہیں یہ الگ بات ہے کہ زمانے کی دوریوں نے طورطریقے اور راستے بدل دیئے ہیں۔ارشاد باری ہے:﴿اذا الموودة سئلت بأى ذنب قتلت ﴾(سورۃ تکویر:۸؛۹)اس زندہ درگور لڑکی سے پوچھا جائیگا کہ تو کس گناہ کی پاداش میں قتل کی گئی تھی؟

(٦) جنسی بے راہ روی :

اس ترقی پذیر سماج میں جنسی بے راہ روی میں جہاں مغربی تہذیب کا اہم رول ہے وہیں رسم جہیز کا بھی بہت بڑا دخل ہے۔جن کے دو بہت بڑے اسباب ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ شکم مادر میں لڑکیوں کی مسلسل قتل کی وجہ سے لڑکیوں کی تعداد میں حیرت انگیز کمی آتی جارہی ہے۔اوراس کے مقابلہ میں لڑکوں کی تعداد میں دوگنا اضافہ ہورہا ہے۔

ایک رپورٹ کے مطابق پنجاب وہریانہ میں ۲۰۰۰لڑکوں کے مقابلے میں لڑکیوں کی تعداد صرف ۱۲۰۰ ہے کرناٹک میں ۱۰۰۰لڑکوں کے مقابلے ۹۶۵لڑکیاں ہیں اور جھارکھنڈ میں ۱۵۰۰لڑکوں کے مقابلے میں ۱۱۲۲لڑکیاں ہیں ان جیسی ریاستوں میں والدین کو اپنے لڑکوں کیلئے دلہن تلاش کرنے میں لوہے کے چنے چبانے پڑتے ہیں، جوانی کی حد کو پار کرنے والے کنوارے نوجوان اپنے جنسی جذبات سے مغلوب ہوکر راستہ چلتے، چوک چوراہے یا جہاں موقع ملے سماج کی عفت مآب بیٹیوں کی عصمت تارتار کرتے ہیں۔دوسرے بعض غریب لوگ اپنی لڑکیوں کی شادی کیلئے جہیز اکٹھا کرنے میں اسقدر محو ہوجاتے ہیں کہ اسی درمیان لڑکی حد بلوغ کا آنگن چھلانگ چکی ہوتی ہے پھر جب اسکی جنسی خواہشات سر ابھارتی ہے تو بعض لڑکیاں پا کیزگی لٹا کر اپنے دامن عفت کو داغدار کرلیتی ہیں۔ان میں سے بعض خودکشی بھی کرلیتی ہیں۔

(۷) لڑکیوں کی کالا بازاری:

اس جہیز کے بھیڑیئے سے چھٹکارا پانے کیلئے بہت سے والدین اپنے جگر گوشوں کو بیچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور انسانی بھیڑیئے انہیں جیتے جی کوٹھوں کی سولی پر بھینٹ چڑھا دیتے ہیں۔اس طرح کے واقعات سے آج کل کے اخبارات بھرے پڑے ہیں۔

(۸) موت کی سوداگری

: آج جہیز کے نام پر ملت کی بے گناہ بیٹیوں کو جس طرح ہراساں کیا جا رہا ہے، وہ انسانیت کا بڑا ہی شرمناک پہلو ہے روزانہ صبح صبح آپ جب اخبار کی ورق گردانی کرتے ہیں تو جلی حرفوں میں دل دہلانے والی سرخیاں زینت نگاہ بنتی ہیں کہ فلاں جگہ کم جہیز لانے کے جرم میں بدن پر تیل ڈال کر آگ لگا دیا گیا تو فلاں مقام پر گلا گھونٹ کر قتل کر دیا گیا اور فلاں جگہ جہیزی بھیڑیوں کی ایذا رسانی سے تنگ آ کر عورت نے خود ہی موت کو گلے لگا لیا۔دختران ملت کی نسل کشی کا یہ سلسلہ زور پکڑتا جا رہا ہے نہ ملک کا قانون ان بے گناہوں کا مداوا بن رہا ہے اور نہ ہی حقوق نسواں کے علم بردار کہے جانے والے ادارے تحفظ فراہم کر رہے ہیں۔ہندوستان میں جہیزی چیتا کی بھینٹ چڑھنے والے صنف نازک کی جو تعداد ہمارے سامنے ہے کسی ہوشمند اور حساس انسان کو تڑپا دینے کیلئے کافی ہے۔ایک سروے کے مطابق ہمارے ہندوستان میں روزانہ ۱۹ عورتیں جہیز کی بلی چڑھ جاتی ہیں۔۲۰۰۵ء کی رپورٹ کے مطابق ہر ۷۷ منٹ پر ایک عورت جہیز کی سولی پر دم توڑتی نظر آتی ہے۔کم جہیز لانے کی پاداش میں جو عورتیں موت کے گھاٹ اتار دی گئیں ان کی ممکنہ اعداد و شمار ذیل میں درج ہے: ۲۰۰۳ء میں ۶۲۰۸ عورتیں، ۲۰۰۴ء میں ۷۰۲۶ عورتیں اور ۲۰۰۵ء میں ۶۷۸۷ عورتیں ان میں سے اکثر قتل کے واقعات اتر پردیش، بہار، مدھیہ پردیش، آندھرا پردیش، راجستھان، کرناٹک، اڑیسہ، ہریانہ اور تمل ناڈو میں واقع ہوئے جہاں جہیزی اموات کی شرح بہت زیادہ ہے۔سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ۲۰۱۰ء سے لیکر آج تک ہر سال تقریباً ۹۰۰۰ نو ہزار سے زیادہ خواتین کو جہیز کے معاملے کے باعث قتل کر دیا گیا۔

(۹) عورتوں کی حق وراثت سے محرومی:

جہیز کے پیسے کو حلال بنانے کیلئے یہ بہانہ بنایا جاتا ہے کہ جو ہم جہیز میں لے رہے ہیں لڑکی اپنے والدین کے مال میں اتنے کا حق رکھتی ہے۔جسے ہم جہیز کی شکل میں لے رہے ہیں غور کرنے پر پتہ چلے گا کہ کتنا واہیات فلسفہ ہے۔اگر لڑکی کا باپ غریب ولاچار، بے کس، مفلس اور قلاش ہے کیا تب بھی لڑکی لاکھوں روپئے کی حق وراثت رکھتی ہے۔اگر باپ صاحب استطاعت و مالدار ہو تو کیا ضروری ہے کہ وہ اپنی زندگی میں ہی اپنی وراثت کو تقسیم کر دے۔بالفرض اگر لڑکی کا باپ اپنی بیٹی کو وراثت کا پیسہ دینا بھی چاہے تو حقدار یعنی لڑکی کو حق پہنچنا چاہئے۔لڑکی کے حق کو لڑکے والوں کا زبردستی وصول کرنا کہاں کا انصاف ہے یہ سراسر ظلم و بربریت ہے۔

ہندو لڑکی کیلئے وراثت کا حق تسلیم نہیں کرتے، اس لئے انہوں نے ڈوری اور تلک کی رسم ایجاد کر لی۔مگر دین محمدی میں لڑکی بھی وراثت کا حق رکھتی ہے۔پھر ہندوؤں کے طرز کو اپنانا اور خود کو مسلمان کہنا کہاں تک درست ہے؟

مسلمانوں میں جو لوگ با اثر، دیندار اور قومی جذبہ رکھنے والے ہیں انہیں حتمی طور پر اس جہیز کی لعنت کے خلاف صف آرا ہونا پڑیگا اور خصوصاً نو جوانوں کو اس راہ میں قربانی دینی پڑیگی اور جہیز خوروں کو بھاری بھرکم مانگ سے روکنا پڑیگا تا کہ بہت ساری دوشیزائیں بن بیاہی اپنے والدین کے کمزور کاندھوں پر بوجھ بن کر بیٹھی نہ رہ جائیں، آیئے ہم سب اس لعنت سے توبہ کریں اور اپنے گھر کو نمونہ عمل بنائیں۔

و ما علینا الا البلاغ

محمد انعام الحق قاسمی، ریاض

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم، اَمَّابَعۡد

بے پردگی کے نقصانات

موقر علماءعظام، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،،،،

اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں نعمت اسلام سے نوازا اور ایک ایسی شریعت دی جس میں صحیح عقائد، عمدہ اخلاق اور کردار کی پاکیزگی کی اعلیٰ تعلیم ہے اور شرک وبدعت و بداخلاقی اور بے حیائی سے ممانعت پوری تاکید کے ساتھ موجود ہے۔ اور ہر ہر قدم پر علم وعمل اور قانون کے ذریعہ عفت و پاکدامنی کو فروغ دیا گیا اور بے حیائی، زنا کاری وغیرہ پر پابندی عائد کی گئی ہے۔

پاکیزہ معاشرہ اور صاف ستھری سوسائٹی کے لئے عورتوں کو گھروں میں رکھ کر گھریلو ذمہ داریاں ان کو دی گئیں اور مردوں کو باہر کی ذمہ داریوں کا پابند کر کے مردوں اور عورتوں کو باہمی اختلاط سے روکا گیا تاکہ ایک صاف ستھرا اور پاکیزہ معاشرہ وجود میں آسکے اور مسلم معاشرے کی یہ خصوصیت اب تک باقی تھی اور تقریباً پچاس سال سے غیروں کی حیاسوزی کی تحریک بلکہ یلغار سے ہمارا معاشرہ بری طرح متاثر ہوا ہے اور افسوس اور حد درجہ ماتم کی چیز یہ ہے کہ اس کا مقابلہ اور فحاشی کا خاتمہ کرنے اور اس پر روک لگانے کے بجائے بعض مسلم دانشور اس کوشش میں ہیں کہ بے حجابی کو جواز کا درجہ دیدیا جائے بلکہ بعض نے تو چہرہ کے حجاب کو غیر ضروری قرار دیدیا ہے اور اس بات کا دعوی ہی نہیں بلکہ دعوت دینے شروع کردی ہے کہ چہرہ، ہتھیلوں اور پیروں کو کھلا رکھا جائے۔

اسی پس منظر قرآن وحدیث کی روشنی میں چہرہ کے حجاب پر چند دلائل پیش خدمت ہیں:

۱) قرآن مجید نے مردوں اور عورتوں کو مشترکہ حکم: یَحۡفَظُوۡا فُرُوۡجَھُمۡ اور یَحۡفَظۡنَ فُرُوۡجَھُن (سورۃ النور ۳۰۔۳۱) کے الفاظ میں دیا ہے، اور بار بار قرآن کے بہت سے مقامات اور احادیث میں بکثرت یہ حکم وارد ہوا ہے، یہ سب کو معلوم ہے کہ شرمگاہ کی حفاظت چہرہ کے پردہ سے ہی ہوتی ہے۔ اور عصمت دری کی ابتداء چہرہ کی بے پردگی سے ہوکر زنا کی حد تک جا پہنچتی ہے۔ چنانچہ مشہور حدیث میں اس کی طرف اشارہ ہے:

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: اَلۡعَیۡنَانِ تَزۡنِیَانِ وَزِنَاھُمَا النَّظۡرُ اور مزید فرمایا کہ وَالۡفَرۡجُ یُصَدِّقُ ذٰلِکَ اَوۡ یُکَذِّبُہٗ (صحیح بخاری) آنکھ بھی زنا کرتی ہیں اور ان کا زنا بدنگاہی ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کردیتی ہے۔

۲) وَلۡیَضۡرِبۡنَ بِخُمُرِھِنَّ عَلٰی جُیُوۡبِھِنَّ (سورۃ النور ۳۱) اور عورتوں کو چاہئے کہ اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رہیں، یعنی دوپٹہ سروں سے چہرہ اور گلے کو ڈھانکتے ہوئے سینہ کو بھی اچھی طرح چھپائیں اور اگر صرف یہ مراد لیا جائے کہ سینوں پر ہی ڈالے رہیں تو بھی ضمناً چہرہ کا پردہ بدرجہ اولیٰ ثابت ہوگا کیونکہ چہرہ ہی اصل جمال اور فتنہ کا سامان ہے، حسن وقبح کا معیار چہرہ ہی ہے، لہذا چہرہ کا حجاب بدرجہ اولیٰ ثابت ہوا۔

۳) غَضِّ بَصَر والی آیت میں دوجگہ اِلَّا مَا ظَھَرَ کے الفاظ آئے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر کے مطابق پہلے اِلَّا مَا ظَھَرَ سے زینت ظاہرہ کی طرف اشارہ ہے، خواہ وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی ہوں جیسے چہرہ، ہتھیلی وغیرہ خواہ انسانوں کی بنائی ہوئی ہوں جیسے آرائشی اور جاذب نظر لباس یا

برقع۔ اوردوسرے اِلَّا مَا ظَھَرَ سے باطنی زینت مراد ہے۔مطلب یہ ہے کہ اگر تمام تر کوشش کے باوجود اجنبی پر زینت ظاہرہ یعنی آرائشی لباس، چہرہ اور ہتھیلیاں کھل جائیں تو معاف ہیں اور زینت باطنہ کوشش کے باوجود افراد خانہ پر کھل جائیں تو معاف ہیں۔اِلَّا مَا اَظْھَرْنَ کے بجائے اِلَّا مَا ظَھَرَ کے الفاظ سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کا حکم دیا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر کے مطابق آیت کا یہی مطلب ہے۔

۴) وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيَعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ (سورۃ النور۳۱) عورتوں کو زمین پر پیر پٹخ کر چلنے کی ممانعت اس لئے ہے کہ کہیں پازیب کی جھنکار وزینت سے واقف ہو کر کوئی گرویدہ نہ ہوجائے، حالانکہ نقاب میں رہ کر پیر پٹخنے والی کالی، گوری، جوان، بوڑھی، حسین اور بدصورت کوئی بھی عورت ہوسکتی ہے۔اگر پازیب کی آواز کو پردہ میں رکھا گیا ہے تو کیا یہ ممکن ہے کہ ایک حسین وجمیل جوان عورت کو سرخی، پاوڈر اور زیب وزینت کی تمام فتنہ سامانیوں کے ساتھ کھلے چہرہ گھومنے کی اجازت ہوجائے، نہیں ہرگز نہیں۔

۵) وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ الّٰتِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحاً (سورۃ النور۶۰) بوڑھی عورتوں جن کی عمر بالکل ختم ہو اور ان میں اب کسی کو ترغیب باقی نہ رہی ہو۔قرآن مجید میں صرف انہیں کو فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ عَلَيْهِنَّ اَنْ يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ کے الفاظ سے چہرہ کھولنے کی اجازت ضروری ہے، لیکن آگے وَاَنْ يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ کے ترغیبی الفاظ لا کر ان کو بھی ترغیب دی کہ چہرہ کو ڈھانکنا تمہارے لئے بہر حال افضل ہے، یہاں اَنْ يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ سے پورے یا آدھے کپڑے اتارنا نہ تو مراد ہے نہ عرفاً ایسا ہوتا ہے اور نہ ہی کسی نے یہ معنی لئے ہیں، یہاں اجازت چہرہ کھولنے کی دی جارہی ہے، بوڑھیوں اور صرف بوڑھیوں کو چہرہ کھولنے کی اجازت کا واضح مطلب یہی ہے کہ ان سے کم عمر والیوں کو چہرہ کھولنے کی کسی صورت میں بھی اجازت نہیں ہے۔

۶) آیت حجاب کی تفسیر میں قرآن کے بہترین ماہر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا فرمان ان الفاظ میں ہے کہ مسلمان عورت کو جب کسی مجبوری سے باہر نکلنا پڑے تو ان کو جلباب یعنی بڑی چادریں اپنے سروں پر اس طرح اوڑھ لینا چاہئے کہ رخسار، گردن، گلا اور سینہ پوری طرح چھپ جائے اور راستہ دیکھنے کے لئے صرف ایک آنکھ کھلی ہونی چاہئے۔الضرورہ تتقدر بقدر الضرورۃ صحابی کی تفسیر حجت ہی نہیں بلکہ بقول بعض علماء مرفوع حدیث کا درجہ رکھتی ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب آیت حجاب نازل ہوئی تو انصار عورتیں ایسی تواضع وانکساری سے سروں پر کالی چادریں ڈال کر نکلتی تھیں گویا ان کے سروں پر کوے بیٹھے ہوں جو ذراسی حرکت سے اڑ جائیں گے۔

احادیث کی روشنی میں چھرہ کا حجاب:

۱) قَالَ النبی ﷺ اِذَا خَطَبَ اَحَدُكُمْ اِمْرَاَةً فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَنْظُرَ اِلَيْهَا (رواہ احمد) جب تم میں سے کسی عورت کو پیغام نکاح دینے کا ارادہ ہو تو اس کو دیکھ لینے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

اس حدیث میں صرف پیغام نکاح دینے والوں کو اجنبیہ کو دیکھنے میں گناہ سے مستثنیٰ کرنے کا مطلب واضح ہے کہ اوروں کو دیکھنے اور دکھانے میں گناہ ہوگا۔ واضح ہو کہ خطبہ (پیغام نکاح) میں صرف چہرہ ہی دیکھا جاسکتا ہے۔

۲) بخاری ومسلم کی روایت ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ نے عورتوں کو عیدگاہ جانے کا حکم دیا تو بعض صحابیات نے عرض کیا کہ ہم میں سے بعض کے پاس جلباب نہیں ہے تو ارشاد نبوی ہوا: لِتُلْبِسهَا اُخْتهَا مِنْ جِلْبَابِهَا کہ اپنی بہنوں کو اپنے جلباب میں کرلیا کرو۔ اس سے بھی عیاں ہے کہ صحابیات بغیر حجاب کے نہیں نکلتی تھیں۔

۳) قال النبی ﷺ مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَقَالَتْ امّ سَلمة رضی اللّٰه عنها كَيْفَ يضع النساء بذيوبهن قال يرخينه شبرا، قالتْ اِذَنْ تَنْكَشِفُ اقدامهن، قال ذراعاً ولا يزدن عليه.

پیروں کو چھپانے کے لئے جو کہ موقع زینت نہیں ہیں، اگر کپڑے دراز کرنے کا حکم ہے تو کیا چہرہ کو کھولنے کی اجازت ہو جائے گی۔

نسائی کے علاوہ صحاح ستہ میں مکاتب سے بھی پردہ کا حکم ہے جو کہ ابھی بھی پورے طور سے اجنبی نہیں ہوا ہے۔

نیز حالت احرام میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی حدیث کہ جب مردوں کا گزر ہوتا تھا تو ہم عورتیں اپنے چہروں کو ڈھانک لیتی تھیں۔ حالانکہ حالت احرام میں کشف وجہ یعنی چہرہ کا کھولنا واجب ہے۔لیکن ایک عمومی واجب پر عمل کرنے کے لئے تھوڑی دیر کے لئے ہی سہی احرام کے واجب کو ترک کر دیتی تھیں، ورنہ اگر چہرہ کا حجاب عام حالت میں مستحب ہوتا تو استحباب کے لئے صحابیات اور خاص طور سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ترک واجب نہ کرتیں۔ رواہ ابوداود) ان پاکیزہ تعلیمات پر ہمیں دل و جان سے عمل کرنا چاہئے تھا چہ جائیکہ ہم ہی بے حیائی اور بے پردگی کے جواز تلاش کرنے لگیں۔

سادگی اپنوں کی دیکھ اوروں کی عیاری بھی دیکھ

اس کے برخلاف غیروں نے ہمیں آلودہ کرنے اور فحاشی کے دلدل میں کس طرح ڈبونے کی کوششیں کی ہیں، ذرا ایک نظر ادھر کر لینا مناسب ہوگا۔

اب اسکولوں میں مخلوط تعلیم اور ایسے یونیفارم کا رواج دیا جا رہا ہے کہ جسمیں نصف برہنی کے ساتھ بے حیائی ہے۔ مخلوط تعلیم اور بے حیائی کے لباس پر اعتراض کرنے والوں کو قدامت پسند اور دقیانوس کہہ دیا جاتا ہے۔حالانکہ اسکولوں کے بے حیائی والے ماحول میں نشو ونما پانے کے بعد کالج اور یونیورسٹی میں پہنچنے تک مسلم بچیوں کے رنگ وروپ بالکل بے حیائی میں ڈھل چکے ہوتے ہیں اور حیا سوزی اور فحاشی کے وہ مناظر سامنے آنے لگتے ہیں کہ انسانیت اور شرم وحیا اپنا سر پیٹ کے رہ جائیں۔

سوال یہ ہے کہ تعلیم کے لئے کیا مخلوط تعلیم ضروری ہے اور کیا بے حجابی اور نیم عریانی کے بغیر کوئی لیکچر سمجھ میں نہیں آئے گا اور کیا کسی مضمون کو سمجھنے کے لئے زیب وزینت والا چہرہ ضروری ہے اور کیا چھوٹے اور چست لباس کے بغیر کوئی کتاب سمجھی نہیں جا سکتی۔اور کیا کلچر کے نام پر والدین کے سامنے ان کی بیٹیوں کو اسٹیج پر بے حیائی کے لباس میں ڈانس کروانا اور نچوانا حصول تعلیم کے لئے ضروری ہے۔یہ سب بے حیائی کے کام اب مسلمان بھی کر رہے ہیں۔ان احوال میں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں لوگ ایڈز کی وجہ سے موت کے منہ میں ہیں تو کونسی تعجب کی بات ہے، نیز محبت میں ناکامی کی وجہ سے اگر نوجوان لڑکے اور لڑکیاں خودکشی کرتے ہیں تو اس میں حیرت ہی کیا اور اگر اسقاط حمل کی وجہ سے لاکھوں جانیں ضائع جائیں تو یہ کونسی انہونی بات ہے۔اللہ تعالیٰ کے قانون کا مذاق اور فطرت کے خلاف جنگ کا بالکل یہی نتیجہ ہونا چاہئے۔اللہ ہم سب کو عقل سلیم عطا فرمائے، آمین اور اپنے حکموں پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔

بے پردہ نظر آئیں جو چند بیبیاں — اکبر زمیں میں غیرت قومی سے گر گیا
پوچھا جوان سے آپ کا پردہ یہ کیا ہوا — کہنے لگیں کہ عقل پر مردوں کی پڑ گیا

شفیق احمد قاسمی، ریاض

رشوت......حصول مقاصد کا مختصر ترین راستہ

غفران ساجد قاسمی

حی النسیم،ریاض،سعودی عرب

رشوت کیا ہے؟

رشوت (Bribery) یعنی اپنے جائز یا ناجائز مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے اہل منصب کو ہدیہ یا نذرانہ پیش کرنا۔موجودہ دور میں اس لین دین کو ہدیہ یا نذرانہ کا خوبصورت نام دیا جاتا ہے لیکن درحقیقت یہ رشوت ہے جس کے بارے میں قرآن وحدیث میں سخت وعیدیں نازل ہوئی ہیں۔آج جب کہ زمانہ بہت تیزی کے ساتھ ترقی کررہا ہے اورآئے دن نت نئی ایجادات سامنے آرہی ہیں،ایسے ترقی یافتہ دور میں رشوت کی کوئی خاص شکل وصورت متعین نہیں ہے،اوراب صرف کاغذ کے چند نوٹوں کے لین دین کا نام رشوت نہیں ہے،بلکہ زمانہ اورحیثیت کے اعتبار سے رشوت کی شکلیں بھی مختلف ہوتی رہتی ہیں،اگرکوئی عام آدمی کسی کلرک کورشوت دیتا ہے تو وہ وہ چند نوٹوں کی شکل میں ہوتا ہے،لیکن اگریہی رشوت کوئی خاص شخص کسی بڑے عہدہ دار مثلاً وزیر یا کسی بڑے منصب دار کورشوت دیتا ہے تو وہ کبھی بنگلہ،موٹر کار یا پھر کسی بیرون ملک کا سیاحتی ٹکٹ وغیرہ کی شکل میں ہوتا ہے جسے وہ ہدیہ یا نذرانہ کا خوبصورت نام دے دیتا ہے،لیکن درحقیقت وہ رشوت کی ترقی یافتہ شکل ہوتی ہے،اس لیے صرف کاغذ کے چند نوٹوں کے لین دین کو ہی رشوت نہیں کہہ سکتے،اس کے علاوہ بھی ہروہ شئی جو اپنے جائز یا ناجائز مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے کسی اہل منصب کو دیا جائے گا وہ رشوت ہی ہوگا۔

مجمع البحار میں علامہ فتنی نے بھی رشوت کی اسی انداز میں تعریف کی ہے،علامہ موصوف لکھتے ہیں: ''رشوت کے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص اپنی باطل غرض اورناحق مطالبہ کے پورا کرنے کے لیے کسی ذی اختیار یا کارپرداز شخص کو کچھ دے کر اپنے موافق کرلے۔(مجمع البحار بحوالہ علامہ سید سلیمان ندویؒ)

رشوت اسلام کی نظر میں:

رشوت کی مذمت اوراس کے لینے اوردینے والوں پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی سخت وعیدیں کی ہیں،حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رشوت لینے اوردینے والے پر اللہ کی لعنت برستی ہے''۔**عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :''لعنة اللہ علی الراشی والمرتشی''(رواہ ابن ماجه)**

ایک دوسری حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''رشوت لینے اوردینے والا دونوں ہی دوزخ میں جائیں گے''۔(طبرانی)

رشوت کی دلالی کرنے والا بھی ملعون ہے:

اسلام کی نظر میں جس طرح رشوت لینے اوردینے والا ملعون اوردوزخی ہے اسی طرح اس معاملہ کی دلالی کرنے والا بھی حدیث رسول کی روشنی میں ملعون ہے۔صحابی رسول حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت لینے اوردینے والے اوررشوت کی دلالی کرنے والے سب پر لعنت فرمائی ہے''۔(رواہ احمد وطبرانی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ قاضی کا کسی سے رشوت لے کر اس کے حق میں فیصلہ کرنا کفر کے برابر ہے،اورعام لوگوں کا ایک دوسرے سے رشوت لینا ''سُحت''یعنی حرام ناپاک کمائی ہے۔(طبرانی) یہی وجہ ہے کہ پوری امت رشوت کے حرام ہونے پر متفق ہے۔

رشوت دینے کی گنجائش کب ہوسکتی ہے؟

لغت میں ''رشوت'' کے معنی ہیں وہ نذرانہ جو اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے کسی کو پیش کیا جائے،خواہ وہ مقصد جائز ہو یا ناجائز۔اسی لیے امام ابوسلیمان خطابیؒ اس حدیث کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''رشوت لینے اوردینے والے دونوں شخص گناہ وسزا کے مستحق اس وقت ہوں گے،جب کہ دونوں کا مقصد باطل اورناحق کی حمایت کرنا ہو،کسی پر ظلم کرنا یا کرانا ہو یا شرعی حکم کی پامالی ہو،مثلاً ایک شخص جس کا ایک چیز میں شرعاً کوئی حق نہیں بنتا،وہ

صاحب اختیار کو رشوت دے کر اپنے حق میں فیصلہ کرا لیتا ہے یا ایک چیز ایک شخص کی ملکیت یا اس کا حق ہے، اس کے پاس ثبوت بھی ہیں، جو اس نے فراہم کر دیے، مگر دوسرا شخص رشوت کے زور پر صاحب اختیار سے اس کے خلاف فیصلہ کرا لیتا ہے، تا کہ حق دار کو اس کا حق نہ مل سکے، مذکورہ حدیث کی روشنی میں یہ رشوت دینا بلا شبہ لعنت کا سبب ہے۔

اسی طرح رشوت لینے والا شخص بھی وعید کا مصداق اس وقت ہوگا، جب اس نے ایسے حق یا عمل کی انجام دہی پر رشوت لی ہو جو اس کے اوپر از روئے شریعت واجب ہے، یا وہ کوئی کام ایسا کر رہا ہے، جس کے کرنے کا کوئی جواز نہیں اور دوسرے کا اس سے نقصان ہو رہا ہے، جب تک اس کی مٹھی گرم نہ کی جائے، وہ اپنے اس ناحق عمل سے دست بردار ہونے کے لیے تیار نہ ہو، مندرجہ بالا حدیث کی روشنی میں ایسا شخص ملعون ہے۔

ہاں البتہ ایک شخص کا حق ہے کہ جو اسے ملنا چاہیے، رشوت دیے بغیر نہیں ملے گا، یا اتنی دیر سے ملے گا، جس میں اسے غیر معمولی مشقت برداشت کرنی پڑے گی۔ اسی طرح اس کے اوپر کسی فرد کی طرف سے ظالمانہ مطالبات عائد ہو گئے ہیں اور رشوت دیے بغیر ان سے خلاصی مشکل ہے تو امید ہے کہ دینے والا شخص گناہ گار نہ ہوگا، البتہ دیانت شرط ہے جس کی ذمہ داری خود اس پر ہوگی۔ اسی طرح ایک شخص حکام اور ارباب اختیار کے نزدیک اپنی ذاتی وجاہت کی وجہ سے باحیثیت مانا جاتا ہے، اگر ایسے شخص کے ذریعے اپنا جائز حق وصول کرنے کے لیے حاکم تک رسائی حاصل کی جائے اور وہ شخص جس پر اس کام کی شرعاً کوئی ذمہ داری نہیں ہے، حق الخدمت کے طور پر کچھ وصول کرتا ہے تو یہ اس کے لیے حلال ہوگا، کیوں کہ یہ نہ تو باطل کی اعانت ہے، نہ کسی پر ظلم ہے اور نہ ہی اس پر یہ کام کرنا از روئے شریعت واجب ہے، لیکن نہ لینا موجب اجر وثواب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: سفارش کر دو، ثواب پاؤ گے۔ تجربہ شاہد ہے کہ جن ناگوار حالات میں رشوت دینی پڑتی ہے، ان میں دینے والا تو مجبور ہوتا ہے، مگر لینے والا عموماً ظالم۔

رشوت اور قوم یہود کا شیوہ:

علامہ سید سلیمان ندویؒ نے اسلام سے قبل زمانۂ جاہلیت میں رشوت کے چلن پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ عرب کے کاہن اپنی مفروضہ غیبی طاقت کی بنا پر بعض مقدموں کے فیصلے کرتے تھے، اہل غرض ان کو اس کے لیے مزدوری یا رشوت کے طور پر کچھ نذرانہ دیتے تھے، اس کو حلوان (مٹھائی) کہتے تھے، اسلام آیا تو اوہام کا یہ دفتر ہی اڑ گیا، اس پر بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کاہن کے حلوان کی خاص طور سے ممانعت فرمائی۔ (ترمذی، باب ماجاء فی کراہیۃ مہر البغی)

اسی طرح عرب میں یہودیوں کے مقدمے ان کے احبار اور رئیس فیصل کرتے تھے، قانون کی زد سے بچنے کے لیے مال دار اور اہل ثروت طبقہ علانیہ رشوت دیتے اور ان کے کاہن اور قاضی یہ رشوت لے کر ان کے حق میں فیصلہ سنا دیتے تھے، اور اتنا ہی نہیں بلکہ توراۃ کے احکام پر پردہ ڈالتے تھے۔ (صحیح بخاری) چنانچہ توراۃ کے قوانین میں تحریف کا ایک بڑا سبب یہی رشوت خوری تھی، قرآن مجید کی اس آیت میں اسی گناہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

ان الذین یکتمون ماانزل اللہ من الکتاب ویشترون بہ ثمناًقلیلاً، اولئک مایاکلون فی بطونھم الاالنار ولایکلمھم اللہ یوم القیامۃ ولایزکیھم ولھم عذاب الیم. (بقرۃ: ۲۱)

ترجمہ: خدا نے کتاب سے جو اتارا اس کو جو چھپاتے ہیں اور اس کے ذریعہ معمولی معاوضہ حاصل کرتے ہیں، وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں، خدا ان سے قیامت کے دن بات نہ کرے گا، نہ ان کو پاک صاف کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

پیٹ میں آگ بھرنے سے مراد یہی حرام کی کمائی رشوت ہے۔

عہد نبوت میں خیبر کے یہودیوں سے زمین آدھے آدھ پیداوار پر مصالحت ہوئی تھی، جب پیداوار کی تقسیم کا وقت آتا تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو بھیجتے، وہ ایمانداری سے پیداوار کے دو حصے کر دیتے تھے اور کہہ دیتے تھے کہ ان دو میں سے جو چاہو لے لو، یہودیوں نے اپنی عادت کے مطابق ان کو بھی رشوت دینی چاہی، آپس میں چندہ کر کے اپنی عورتوں کے کچھ زیورات اکٹھے کیے اور کہا کہ یہ قبول کرو، اور اس کے بدلہ تقسیم میں ہمارا حصہ بڑھا دو، یہ سن کر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے یہودیو! خدا کی قسم تم خدا کی ساری مخلوق میں مجھے مبغوض ہو، لیکن یہ مجھے تم پر ظلم کرنے پر آمادہ نہیں کر سکتا اور جو تم نے رشوت پیش کی ہے وہ حرام ہے، ہم (مسلمان) اس کو نہیں کھاتے۔'' یہودیوں نے ان کی تقریر سن کر کہا کہ ''یہی وہ انصاف ہے جس سے آسمان وزمین قائم ہیں۔'' (موطا امام مالک، کتاب المساقاۃ)

عاملین زکوٰۃ کاہدیہ یانذرانہ قبول کرنا:

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمال کورعایا سے ہدیہ اورتحفہ قبول کرنے کی ممانعت فرمائی ہے(ابوداؤد، کتاب الاقضیہ)،ایک دفعہ ایک عامل نے آکرکہا کہ یہ صدقہ کامال ہےاور یہ مجھے ہدیہ میں ملا ہے، یہ سن کرآں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہوکرتقریر کی،حمد وثنا کے بعدفرمایا:

’’عامل کاکیاحال ہے کہ ہم اس کوبھیجتے ہیں تو آکرکہتا ہے کہ یہ تمہارا ہےاور یہ میرا ہے،تواپنے باپ یاماں کے گھر میں بیٹھ کرنہیں دیکھتا کہ اس کوتحفے ملتے ہیں یانہیں،قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے،وہ اس میں سے جولے جائے گاوہ قیامت میں اپنی گردن پرلادکرلائے گا، اونٹ،گائے،بکری جوہو،پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھاکرتین بارفرمایا:’’خداوند!میں نے پہنچادیا۔‘‘(صحیح بخاری،باب ہدایاالعمال)

اس حدیث پہ غورکریں اورموجودہ دور کے عمال(یعنی مدرسہ اورملی تنظیموں کے عاملین زکوٰۃ)پرنظرڈالیں،کہ جب وہ رمضان میں سفر سے واپس اپنے گھروں کولوٹتے ہیں توان کے پاس ہدایاوتحائف کی کتنی بڑی تعداد ہوتی ہے بالخصوص مہتمم،نظماءاورسکریٹری حضرات،پھرفیصلہ کریں کہ ان کا یہ ہدایااور تحائف قبول کرنامذکورہ حدیث کی روشنی میں کیسا ہے؟

رشوت کی برائی قرآن میں:

رشوت کی ممانعت میں قرآن کریم کی ایک اورآیت صریح طورپردلالت کرتی ہے:

ولاتاکلوااموالکم بینکم بالباطل وتدلوابھاالی الحکام لتاکلوافریقامن اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون:(البقرۃ:۱۸۸)

ترجمہ: اورنہ کھاؤمال ایک دوسرے کاآپس میں ناحق اورنہ پہونچاؤان کوحاکموں تک کہ کھاجاؤکوئی حصہ لوگوں کے مال میں سے ظلم کرکے(ناحق)اورتم کومعلوم ہے۔

علامہ ابن کثیرؒ نے اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ آیت ایسے شخص کے بارے میں ہے جس کے پاس کسی کاحق ہو،لیکن حق والے کے پاس ثبوت نہ ہو،اس کمزوری سے فائدہ اٹھاکروہ عدالت یاحاکم مجاز سے اپنے حق میں فیصلہ کروالےاوراس طرح دوسرے کاحق غصب کرلے۔یہ ظلم ہےاورحرام ہے۔عدالت کافیصلہ ظلم اورحرام کوجائزاورحلال نہیں کرسکتا۔یہ ظالم عنداللہ مجرم ہوگا۔(ابن کثیر)

مفتی اعظم پاکستان مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ آیت مذکورہ کی تفسیر میں حلال وحرام کے اسباب کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:’’شریعت اسلام میں جتنے معاملات باطل یافاسداورگناہ کہلاتے ہیں ان سب کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ ان میں وجوہ مذکورمیں کسی وجہ سے خلل ہوتا ہے،کہیں دھوکہ فریب ہوتا ہے،کہیں نامعلوم چیزیانامعلوم عمل کامعاوضہ ہوتا ہے،کہیں کسی کاحق غصب ہوتا ہے،کہیں کسی کونقصان پہونچاکراپنانفع کیاجاتا ہے،کہیں حقوق عامہ میں ناجائزتصرف ہوتا ہے،سود،قماروغیرہ کوحرام قراردینے کی اہم وجہ یہ ہے کہ وہ حقوق عامہ کے لیے مضر ہیں،ان کے نتیجہ میں چندافرادپلتے بڑھتے ہیں،اور پوری ملت مفلس ہوتی ہے،ایسے معاملات فریقین کی رضامندی سے بھی اس لیے حلال نہیں کہ وہ پوری امت کے خلاف ایک جرم ہے،آیت مذکورہ ان تمام ناجائزصورتوں پرحاوی ہے۔‘‘(معارف القرآن:۴۵۹/۱)

یہ آیت اپنے ترجمہ کے لحاظ سے رشوت کی ممانعت میں صاف وصریح ہے۔کیوں کہ رشوت بھی ایک ایساعمل ہے جس کااثرحقوق عامہ پربراہ راست پڑتا ہے،اوراس کی وجہ سے حق دارکاحق ماراجاتا ہے۔

موجودہ دور میں رشوت کااطلاق کن چیزوں پرہوگا؟

اب یہاں پرایک سوال پیداہوتا ہے کہ موجودہ دور میں کن طریقوں کورشوت کہیں گے،تواس کاسیدھااورآسان جواب یہ ہے کہ مذکورہ بالا احادیث اورقرآنی آیتوں کی روشنی میں ہروہ لین دین جوشریعت کےخلاف ہو،اورکسی کاحق مارنے کے لیے ہویااسی طرح غیرشرعی افعال کوانجام دینے کے لیے کچھ لیایادیاجارہاہووہ سب کاسب رشوت کے دائرہ میں آئے گا۔

مثلاً:اس وقت ذرائع ابلاغ سب سے مؤثراورطاقتورذریعہ ہےاپنی بات لوگوں تک پہونچانے اوراپنے مقاصدکوحاصل کرنے کا۔توہروہ شخص جو

غیر شرعی طور پر اپنی بات اخبار میں شائع کرانے کے لیے یا اپنے کسی مدمقابل کو نیچا دکھانے کے لیے کوئی خبر اخبار میں شائع کراتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس طرح کی خبریں جو شخصی ہوتی ہیں اخبار والے بھی بغیر کچھ لیے دیے شائع نہیں کرتے تو یہ دینا اور اخبار والے کا لینا دونوں شرعاً بھی حرام ہیں اور صحافتی وقانونی نقطۂ نظر سے بھی حرام ہے۔ یہ تو ایک چھوٹی سی مثال تھی، آج کی دنیا میں قدم قدم پر رشوت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اور اس کا چلن سب سے زیادہ سرکاری دفاتر اور محکموں میں دیکھنے کو ملتا ہے اور یہ جگہیں ایسی ہیں جہاں ایک نیک اور دین دار شخص کو بھی اپنا حق حاصل کرنے کے لیے رشوت کا سہارا لینا پڑتا ہے، کیوں کہ اگر وہ رشوت نہیں دیتے ہیں تو وہ اپنے حق سے محروم رہ جائیں گے، ایسے معاملات میں جہاں اپنا حق حاصل کرنے کے لیے بہ جبر واکراہ رشوت دینی پڑتی ہے اسے تو فقہاء نے کسی حد تک جائز قرار دیا ہے لیکن رشوت لینا ہر حال میں حرام اور ناجائز ہے۔

آپ سوچ رہے ہوں گے کہ میں نے سب سے پہلی شکل صحافت کی کیوں بیان کی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت سب سے زیادہ رشوت کا چلن سماج کے اسی شعبہ میں پایا جا رہا ہے اور جسے ہم صحافت یا اس سے زیادہ قوم کی ہمدردی حاصل کرنے کے لیے اردو کی خدمت کا نام دے کر صحافیوں کی مٹھی گرم کر دیتے ہیں اور وہ بھی ان کی تعریف میں زمین وآسمان کے قلابے ملا دیتے ہیں تو یاد رکھیں کہ یہ لین دین دونوں قطعاً حرام ہیں اور اسی طرح اس لین دین کے درمیان جو آئے گا وہ بھی اس حرام کاری میں برابر کا شریک ہوگا۔

اس کے علاوہ ایک بات اور ہے جس پہ ہمیں غور کرنے کی ضرورت ہے کہ کبھی کبھی ہم ایسی جگہ بھی رشوت کی پہل کرتے ہیں جہاں اس کی چنداں ضرورت نہیں ہوتی ہے، اور ہمارے دینے کی وجہ سے سامنے والا یہ سوچ کر لے لیتا ہے کہ اس میں میرا کیا گناہ ہے، میں مانگ تھوڑا ہی رہا ہوں، لیکن اس وقت یہ دینا لینے سے کہیں زیادہ حرام ہے۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہم دیتے تو ہیں رشوت لیکن اسے مزدوری کا خوشنما رنگ دے کر سامنے والے کو بھی گمراہ کر دیتے ہیں۔

جان یا مال پر خوف کی وجہ سے رشوت دینے کی گنجائش ہے:

آخر میں رشوت دینے اور لینے سے متعلق فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ العالی کی ایک عبارت نقل کرنا چاہتا ہوں جس میں انہوں نے علامہ ابن نجیم کے حوالہ سے رشوت لینے اور دینے کی حرمت بیان کی ہے، مزید یہ کہ رشوت دینے کی گنجائش کن صورتوں میں ہوسکتی ہے؟

''رشوت لینا جس طرح حرام ہے اسی طرح اصولی طور پر رشوت کا دینا بھی حرام ہے، اس سلسلہ میں فقہاء کے یہاں ایک متفق علیہ اصول ہے کہ جس چیز کا لینا جائز نہیں اس کا دینا بھی جائز نہیں۔ ''ماحرم أخذه حرم اعطاءه'' البتہ چوں کہ رشوت لینا کبھی بھی مجبوری نہیں بن سکتی اور رشوت دینا بعض دفعہ مجبوری بن جاتی ہے۔ اس لیے فقہاء نے ضرورت اور مجبوری کے مواقع پر رشوت دینے کی اجازت دی ہے اور اس سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل کو پیش نظر رکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعض دفعہ شر پسند شعراء کو اس لیے کچھ دیا کرتے تھے کہ وہ بے ہودہ ہجو پر مبنی اشعار کہنے اور مسلمانوں کو بدنام کرنے سے اجتناب کریں۔

رشوت دینے کی گنجائش کب ہوگی؟ اس سلسلہ میں فقہاء نے یہ اصول متعین کیا ہے کہ اگر رشوت نہ دے تو ناحق طریقہ پر اس کو جانی یا مالی نقصان کا اندیشہ ہو یا یہ اندیشہ ہو کہ جس ذمہ دار کے پاس اس کی درخواست زیر غور ہے وہ اس کے ساتھ انصاف سے کام نہ لے گا اور اس کے اور دوسرے امیدواروں کے درمیان مساویانہ سلوک روا نہیں رکھے گا۔

علامہ ابن نجیمؒ لکھتے ہیں:

''الرشوة لخوف علیٰ نفسه اوماله اولیسوی امره عندالسلطان اوامیر'' (ردالمحتار: ۳۴۰/۴ بحوالہ جدید فقہی مسائل: ۳۰۰/۱)

جان یا مال پر خوف کی وجہ سے نیز اس لیے کہ سلطان یا امیر اس کے ساتھ مساویانہ برتاؤ کرے رشوت دینے کی گنجائش ہے یہ ممنوع صورتوں سے مستثنیٰ ہے۔

اللہ ہمیں اس برائی سے محفوظ رکھے۔ آمین

غفران ساجد قاسمی (gsqasmi99@gmail.com)